کاشف الاسرار

تالیف

نورالدین عبدالرحمان اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و اہتمام

نجیب مائل ھروی

اُردو ترجمہ

غلام حسن حسنو ایم اے

تیار کنندہ

خادم حسین چھورہٹی

کاشف الاسرار

تالیف

نورالدین عبدالرحمان اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق واہتمام

نجیب مائل ھروی

اُردو ترجمہ

غلام حسن حسنو ایم اے

تیار کنندہ

خادم حسین چھوربٹ

ناشر

ھارون بکس خپلو (بلتستان)

نام کتاب: کاشف الاسرار

نام مصنف: عبدالرحمٰن اسفرائنی

تحقیق واہتمام: نجیب مائل ھروی

اُردو ترجمہ: غلام حسن حسو ایم اے

سال اشاعت: 2011ء

قیمت : روپے

خصوصی اجازت نامہ

میری جانب سے اپنی تمام ترتیب دادہ کتب و رسائل کی الیف والحق الیف کی ویب سائٹ پر منتقلی اور لانچ کی مکمل اجازت اور رخصت ہے۔ NYF زندہ باد

حقیر پُر تقصیر

خادم حسن حسنو ایم اے

محلہ خسیگر و بنگش ضلع

تحریر ۱۱ جولائی 2011

فہرست

پیش لفظ

حضرت شیخ عبدالرحمٰن اسفرائنیؒ

آپ کا نام نامی عبدالرحمٰن، لقب نورالدین اور نسبتی نام اسفرائنی تھا۔ آپ سلسلہ نوربخشیہ کے اقطاب میں سے ہیں۔

ولادت اور تعلیم و تربیت

حضرت شیخ عبدالرحمٰن اسفرائنی بروز دو شنبہ (پیر) 4 سوال 639 ھ (مطابق 8 اپریل 1242ء) شیخ ابوبکر کتانی کی خانقاہ میں جو اسفراین کے محلّہ کسرق میں واقع ہے، پیدا ہوئے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت حضرت شیخ احمد جورجانی کے نامور مرید شیخ پورحسن سے حاصل کی جو ابوبکر کتانی سے منسوب خانقاہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ شیخ ابوسعید ابوالخیر کے خاندان کے ایک عالم شیخ عبداللہ نسائی سے بھی اکتساب فیض وعلوم کیا۔

حصول علم کے بعد آپ کے اپنے نوشتے کے مطابق آپ ناجنس لوگوں میں گھر گئے تھے۔ برے لوگوں کی صحبت نے آپ کو روحانی سکون و مسرت سے محروم کر دیا تھا۔ چونکہ آپ عالم فاضل تھے اس لئے توبہ وانابت بھی کرتے اور اس پر قائم بھی نہ رہ پاتے۔ اس طرح اضطراب اور روحانی کشمکش کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

آخر کار شیخ احمد جورجانی کے مرید پورحسن کی راہنمائی میں انہیں سکون و مسرت نصیب ہوا اور

انجام کار شیخ احمد ذاکر جورجانی کی خدمت میں بغداد حاضر ہوا اوران کے مرید بن کر روحانی منزلیں طے کیں۔شیخ کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین اور خلیفہ بنے۔

کلمۃ الثناء

بہت سے بزرگوں نے آپ کی دل کھول کر تعریف کی ہیں ذیل میں چند نقل کئے جاتے ہیں

علاؤالدولہ سمنائی

سلطان المشائخ والمحققین وارث الانبیاء والمرسلین سر اللہ فی الارضین نور الملت والحق والدین عبدالرحمٰن اسفرائنی   مقدمہ خمخانہ وحدت ص ۶۷

عبدالرحمٰن جامی

طالبان حق کی رہنمائی ،مریدوں کی تربیت اور واقعات کے کشف میں آپ عظیم الشان تھے۔

نفحات الانس ص ۴۳۸

حافظ حسین ابن الکربلائی

آپ کے فضائل وکمالات کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ شیخ علاؤالدولہ سمنانی جیسا عالم فاضل آپ کا مرید وشاگرد بنا حالانکہ اس زمانے میں فاضل مرشدین کی کمی نہ تھی۔

روضات الجنان ص ۲۹۷ بحوالہ مقدمہ خمخانہ وحدت ص ۷۰

سید محمد نور بخشؒ

کان الشمس بین الکواکب بالنسبة الی الاولیاء و المرشدین فی زمانه

الخ اپنے زمانے میں اولیائے مرشدین سے نسبت کے لحاظ سے آپ ستاروں کے درمیان آفتاب کی مانند ہیں۔آپ سے بکثرت اولیاء، اہل سلوک وارشاد کے سلسلے نکلے ہیں۔پس بغداد والوں کے

درمیان ولایت وارشاد میں مشہور ہوگئے۔ آپ اس گروہ کے امام ہیں۔

زین العابدین شیروانی

نورالدین جامع علوم ظاهری و باطنی بوده و بزبان ترکی و فارسی اشعار آبدار نظم نموده (ریاض السیاحہ ص ۱۴۸) نورالدین عبدالرحمٰن ظاہری وباطنی علوم میں جامع تھے آپ ترکی اور فارسی میں اچھے اشعار کہتے تھے۔

ڈاکٹر احسان اللہ استخری

شیخ نورالدین کہ بود از اسفران
از پئی احمد علم زد در جہان
عبدالرحمٰن نام آن نام آور است
در طریقت عبد مولیٰ حیدر است

مقدمہ خمخانہ وحدت ص ۲۴

غلام سرور لاہوری

نور دین احمدی شیخ عظیم
مقتدا و مرشد روی زمین

خزینۃ الاصفیاء ص ۲۵۵

آغاز سلوک

حضرت شیخ راہ سلوک میں اپنے قدم رکھنے کی کہانی یوں بیان فرماتے ہیں۔

ایک عرصہ میں مفسد لوگوں کے ساتھ رہا جو شیطانوں کا مسکن تھا۔ وہاں میں نے اپنی قیمتی

زندگی برباد کردی۔ پھر میں نے ان لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست چھوڑ دی اور اپنے وطن واپس آیا ۔وطن پہنچتے ہی بے حال ہو کر سو گیا۔ اسی گھر میں ایک زاہدہ معصومہ سوئی ہوئی تھی وہ بیدار ہوئی اس نے دیکھا کہ جہاں میں سویا ہوا تھا وہاں کوئی بزرگ نماز پڑھ رہا ہے جہاں سے روشنی چھن چھن کر آرہی ہے جس سے سارا گھر روشن ہو رہا ہے۔ جب وہ دو رکعت نماز پڑھتا ہے میری طرف رخ کر کے تین بار کہتا ہے "توبہ کر دی ہے" ایسی توبہ تم نے کتنی بار کی ہے؟" جس سے یہ ضعیف آہ وزاری کرتا ہے۔ ہر دو رکعت بعد یہی ہوتا رہتا ہے صبح اس زاہدہ معصومہ نے اس واقعہ کے بارے میں مجھے بتا دیا جس سے میں خوفزدہ ہو گیا اور تجدید اسلام بجالائے ازسر نو اسلام قبول کیا اور فوراً توبہ کر لی۔

کاشف الاسرار ص 16

تجدید اسلام اور توبہ و استغفار پر ایک عرصہ تک عامل رہے اور مختلف قسم کی عبادات اور وظائف بجالاتے رہے مگر آپ کا اضطراب بڑھتا ہی چلا گیا اسی اضطراب کی حالت میں آپ کو عالم رویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد پورحسن کے ذریعے آپ کا رابطہ حضرت شیخ احمد جورجانی کے ساتھ ہو گیا ان کی صحبت میں رہ کر آپ نے ریاضت ومجاہدہ بجالایا اور روحانی مقامات طے کرتے چلے گئے۔

حضرت شیخ نورالدین اسفرائنی ایک عرصہ تک مقام تلوین میں رہے ہیں پھر مقام تمکین میں منتقل ہوئے۔ 78 سال کی طویل عمر پا کر 717ھ میں بغداد میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کا مزار اب تک بغداد میں موجود ہے۔

تعلیمات

آپ کی تعلیمات آپ کی کتابوں میں موجود ہیں لہذا ان کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے ذیل میں چند انتخاب نذر قارئین کیے جاتے ہیں۔

اتباع شریعت

آپ فرماتے ہیں کہ اپنے افعال واقوال اورحرکات وسکنات کا شریعت سے موازنہ کرتے رہو اگرانہیں شریعت سے موافق نہ دیکھو یا قانون طریقت جو سر شریعت ہے، کے مطابق نہ پاؤتو وہ ممنوع ہے۔

(کاشف الاسرار ص 37)

خلوت وعزلت

خلوت غیبت نہ کرنے ،بغیر ذکر زبان نہ ہلانے ،لوگوں کو تکلیف نہ پہنچانے ، دن کو روزے رکھنے، شب بیدار رہنے،خودکو موت کے سپرد کرنے ،قضائے الٰہی پر راضی رہنے، بلاضرورت نہ بولنے، نماز باجماعت ادا کرنے ،نماز جماعت کے انتظار کرنے ، ہروقت باوضو رہنے،شہوت کو ترک کرنے ، صبر وتحمل کرنے ،بھوکے رہنے، نفس وشیطان سے برسرپیکار رہنے،حق تعالٰی کی ہم نشینی اختیار کرنے ،اللہ تعالٰی سے دل لولگانے ،اخلاق ذمیمہ کی بیخ کنی کرنے ،خودکو بیچارہ وبے بس تصور کرنے ،اپنے برے افعال پر ندامت کا آنسو بہانے فخر ومباحات سے احتراز کرنے ،توکل بر خدا کرنے ،ہروقت عبادت حق میں مصروف رہنےاوردائی ذکر میں مصروف رہنے کانام خلوت ہے ۔

(کاشف الاسرار ص 61)

خلوت واعتکاف

فرائض کی ادائیگی اورحصول علم فریضہ کے بعد باقی اعمال صالحہ میں سے خلوت پر کسی بھی عمل صالح کو ترجیح وفوقیت نہ دینا چاہئے کیونکہ اعمال صالحہ کا مجموعہ خلوت واعتکاف ہے ۔

(ایضاً ص 60)

دلجمعی وحضور قلب

جو شخص خلاصہ دین حق سے بہرہ مند ہونا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ دلجمعی کی طرف خوب توجہ دے جو چیزوں کو مشغول رکھتی ہو اسے دور کرے۔

(فی کیفیت التسلیک ص 123)

درویش کون؟

درویش وہ نہیں جس کے پاس کھانے اور پہننے کیلئے کچھ نہ ہو ایسے شخص کو گدائے گرسنہ و برہنہ یعنی بھوکا ننگا درویش کہتے ہیں بلکہ درویش وہ ہے جس کا باطن غیر حق سے خالی ہو۔

(ایضاً)

حقیقی ومجازی دل

دل حقیقی وہ دل ہے جس میں بجز ذکر حق کچھ نہ ہو اور دل مجازی وہ دل ہے جس میں باقی سب کچھ ہو ذکر حق نہ ہو۔

(ایضاً ص 42)

شاعری

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ آپ عربی، فارسی اور ترکی میں شعر کہا کرتے تھے گو آپ کا دیوان ہماری نظر سے نہیں گزری تاہم مختلف کتابوں اور آپ کی اپنی کتابوں میں آپ کے اشعار موجود ہیں جن میں سے بعض یہاں دیے جاتے ہیں:

شرح بی رحم فتادہ نگارم چکنم
برد اندیشہ او خواب و قرارم چکنم

سرزنش میکندم خلق کہ زاری تا کی
من دل سوختہ چون عاشق زارم چکنم

(ریاض السیاحہ ص 168)

آشفتہ برآن رخان زیبات منم
آغشتہ بخون دل ز سودات منم
با این ہمہ اعتماد بر لطف تو زانک
خاک سگ ہندوان لالات منم

(کاشف الاسرار 137)

تصنیف وتالیف

دوسرے نوربخشی بزرگوں کی مانند آپ بھی تحریر وتقریر کی اہمیت وافادیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ قیام بغداد کے دوران جہاں آپ نے اپنی تقریروں کے ذریعے خلق خدا کو رشد وہدایت سے سرفراز فرمایا وہاں تحریر کے ذریعے پڑھے لکھے لوگوں کو رشد وہدایت کا سامان کیا۔ چنانچہ آپ نے بکثرت کتب اور رسالے تصنیف کیے اور مختلف لوگوں کو خطوط لکھے۔

کاشف الاسرار کے محقق جناب ہرمان لندلٹ کے مطابق آپ کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) نوشتے دستیاب ہیں جن میں سے بعض ضخیم ہیں اور بعض چند سطروں پر مشتمل تحریریں ہیں۔

کینیڈا کی مکگل یونیورسٹی اور ایران کی تہران یونیورسٹی کے پروفیسر ہرمان لندلٹ اور مہدی محقق نے آپ اور شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ کے درمیان ہونے والے خط وکتابت کو الگ کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔اس طرح آپکی کتاب کاشف الاسرار اور دوسرے چھ رسالے بھی فرانسیسی ترجمے کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں زیر نظر کتاب اسی تحقیقی متن کا اردو زبان میں ترجمہ ہے۔ان کے علاوہ آپ کی

کچھ اور بھی تصنیفات ہیں جن میں سے شرح حدیث سلسلۃ الذہب، شرح رسالہ سماع اور شرح ابیات بستی وغیرہ شامل ہیں یہ ایران سے شائع ہوئی ہیں یہ کتابیں راقم کے پاس موجود ہیں۔

وفات

کل نفس ذائقۃ الموت ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، کے تحت آپ بھی مالک حقیقی سے جا ملے۔ مؤرخین کے درمیان آپ کی تاریخ وفات میں بڑا اختلاف ہے۔ شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ نے شب چہار شنبہ ۳ جمادی الاول ۷۱۷ میر سید محمد نور بخشؒ نے ۷۲۲ اور مفتی غلام سرور لاہوری نے روز یک شنبہ ۱۶ جمادی الاول ۷۹۵ لکھا ہے اور انہوں نے تاریخ وفات و ولادت یوں نقل کی ہے۔

نور دین احمدی شیخ عظیم
مقتدا و مرشد روی زمین
"نور دین نورانی" آمدش مولدش
رحلت او "عبدرحماں نور دین"

اس حساب سے آپ کا سن ولادت ۶۳۷ھ اور سن وفات ۶۵۵ھ بنتا ہے۔ حالانکہ آپ کا سال وفات سب کے نزدیک ۷۳۹ھ ہے اور وفات کے بارے میں نہ صرف دن اور تاریخ بلکہ سال میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

ہمارے خیال میں شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ نے جو تاریخ وفات دی ہے وہی درست ہے کیونکہ آپ نہ صرف شیخ عبدالرحمٰن اسفرائنی کے شاگرد، مرید اور خلیفہ ہے بلکہ وفات کے وقت آپ بغداد ہی میں موجود تھے اس لئے آپ کی تحریر یعنی شب چہار شنبہ (بدھ) ۳ جمادی الاول ۶۳۹ھ مطابق ۲۳ جون ۱۳۱۹ء کو آپ کا وصال ہوا۔

(مصنفات سمنانیؒ ص ۳۱۶)

وفات کے بعد آپ بغداد میں مدفون ہوئے جہاں آپ کی خانقاہ موجود تھی۔آپ کا مزار اب بھی بغداد میں مرجع خلائق ہے۔

کتاب کاشف الاسرار

یہ شیخ عبدالرحمٰن اسفرائنی کی خودنوشت تصنیف ہے جس کا موضوع تصوف وعرفان ہے اس میں بہت سارے اصول و فروع اور عرفانی نظریات کا ذکر کیا ہے علاوہ ازیں اس میں علم، عمل، اخلاص، نیکی، بھلائی، خلق خدا پر شفقت، حسن خلق، ارادت وغیرہ پر بحث کی ہے تاہم انہوں نے سب سے زیادہ عشق الٰہی، روحانی تجربات اور متابعت سنت رسول پر زور دیا ہے روحانی تجربات کے ضمن میں اپنی سرگذشت بھی تفصیل سے دی ہے جن میں اپنے قلبی و نفسی کشمکش، ریاضات ومجاہدات، حصول رزق کی تفصیلات، لباس اور ذکر وغیرہ شامل ہیں مصنف نے ہر بیان میں بکثرت اشعار استعمال کیے ہیں جن میں سے بیشتر ان کا اپنا کلام ہے مطالب کی وضاحت کے لئے انہوں نے بکثرت قرآنی آیات اور احادیث نبوی بھی درج کئے ہیں جن سے کتاب کی قدر و قیمت بے انتہا بڑھ گئی ہے۔

یہ کتاب پہلی بار تہران یونیورسٹی اور مک گل یونیورسٹی کینڈا کے ایک مشترکہ علمی منصوبے کے تحت شائع ہوئی ہے جسے مشہور مستشرق Harman Lendlt اور مہدی محقق نے تصحیح کے بعد شائع کیا جو فارسی متن کے ساتھ فرانسیسی مقدمہ وحواشی سے آراستہ ہے ہم نے اسی تحقیقی متن کا اردو میں سلیس ترجمہ کیا ہے۔

اس ترجمے کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ قرآنی آیات کی نشاندہی کی گئی ہے اور ساتھ ہی سورہ کا نام اور آیت نمبر درج کیا گیا ہے ساتھ ہی اردو ترجمہ بھی درج ہے۔

۲۔ احادیث نبوی، فارسی اشعار اور ضرب الامثال کو جوں کا توں رکھتے ہوئے ان کا اردو میں

ترجمہ یا مفہوم دیا گیا ہے تاکہ قارئین اصل عبارت سے کما حقہ لطف اندوز ہو جائیں اشعار کا مفہوم اشعار کے فوراً بعد ستاروں کے درمیان دئے گئے ہیں

۳- کتاب میں کوئی ذیلی سرخی موجود نہیں شروع سے آخر تک مسلسل بیان ہے ہم نے مشمولات کو مدنظر رکھتے ہوئے ذیلی عنوانات قائم کئے ہیں جس کی وجہ سے قارئین مطلب سمجھنے میں سہولت محسوس کریں گے۔

۴- جہاں جہاں مطلب کی وضاحت کے لئے اضافہ ناگزیر سمجھا گیا وہاں ہم نے اضافے کئے ہیں قارئین ان اضافوں کو بریکیٹ کے درمیان ملاحظہ فرمائیں۔

۵- آیات، احادیث اور دیگر عربی عبارات پر اعراب لگا دئے ہیں۔

۶- کتاب کے آخر میں ہم نے قرآنی آیات، احادیث نبوی، اشعار اور اعلام کا اشاریہ دیا ہے جو فی زمانہ تحقیقی کاموں کا لازمی جزو ہے جس کی وجہ سے کتاب سے استفادہ اور بھی آسان ہو گیا ہے۔

۷۔ کتاب کے شروع میں ہم نے فہرست مضامین دی ہے جس کی مدد سے قارئین اپنے پسند کا موضوع منتخب کرنے میں آسانی محسوس کریں گے۔

۸۔ کتاب کا متن شروع ہونے سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی حالات زندگی درج ہے جو مختلف کتابوں سے عموماً اور زیر نظر کتاب سے خصوصاً اخذ کئے گئے ہیں جس سے اس کتاب کی افادیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ جہاں کہیں کوئی غلطی یا سقم نظر آئے از خود اس کی تصحیح فرمائیں اگر ہو سکے تو اس ناکارہ کو بھی اس سے آگاہ کریں تاکہ دوسرے اڈیشن میں خامی کو دور کر سکوں۔

خسیر گرونگ چپلو بلتستان — غلام حسن حسنو ایم اے

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

حمد باری تعالیٰ

بے حد شکر و سپاس اس خالق کیلئے ہیں جس نے مٹھی بھر خاکِ ظلمانی سے انسان کو ترتیب دیا اور اس کا بیان یوں فرمایا کہ

خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ (آل عمران ۵۹) اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

اور بے شمار حمد و ثناء اس بادشاہ کے لئے ہیں جس نے علوی لطیف روح پاک کو جو

فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التین ۴) بہترین تناسب وتوازن میں

سے عبارت ہے، پست قالب خاکی کثیف میں بھیج دیا جیسا کہ فرمایا ہے

ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ (التین ۵) پھر ہم نے اسے پستیوں کی پستی میں لوٹا دیا۔

خاکی اجزاء سے جو کرۂ افلاک کے مرکز ہیں، اس نحیف و نزار انسان کو جس کی صفت

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ضَعِيْفًا (النساء ۲۸) انسان کو ضعیف پیدا کیا۔

کے تحت ضعیف ہے، انعام و اکرام

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ (بنی اسرائیل ۷۰) تحقیق ہم نے بنی آدم پر کرم کیا۔

سے مشرف و سرفراز فرمایا اور بہت سے مخلوقات پر فضیلت بخشی جیسا کہ فرمایا ہے

وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً (بنی اسرائیل ۷۰)	ہم نے بنی آدم کو کثیر مخلوق پر جنہیں ہم نے پیدا کئے ہیں، خوب فضیلت دی۔

پس امتزاج وازدواج (جوڑ) کے ذریعے اس کی روح پر امانتِ معرفت کا بوجھ لاد دیا کہ

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (احزاب 72) انسان نے اسے اٹھالیا۔

اور ہزاروں نورانی وظلمانی حجاب سے باہر نکالا اور اپنی بارگاہ عزت کا مقرب بنایا کہ

اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (الواقعہ ۱۰۔۱۱)	یہ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے سابقین ہیں وہی مقربین ہیں

اور پھر اسے خلعت محبت پہنایا کہ

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (المائدہ ۵۹) اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

درود وسلام

لاکھوں تحیات اور درود وصلوٰت سید السادات، سرور مخلوقات، خلاصۂ موجودات، مصباح الدجیٰ، مفتاح الھدیٰ، محمد مصطفیٰ صلوات اللہ علیہ وسلامہٗ کی جان وروح پر ہوں کہ کائنات کی تخلیق کا مقصود آپ ہی ہیں کہ

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْكَوْنَ۔ اگر آپ نہ ہوتا تو میں کائنات کو خلق نہ کرتا

اور آپ کی آل واصحاب پر ہوں جو آسمان ہدایت کے ستارے اور فلک سعادت کے سیارے ہیں کہ

اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اقتدار کرے تم ہدایت پاؤ گے۔

اور آپ کی اولاد پر وازواج پر جو مومنین ومومنات کی مائیں ہیں، ہوں وسلم تسلیما کثیراً۔

سببِ تالیف کتاب

حمد الٰہی اور صلوات بر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ چند کلمات برادرانِ دینی میں سے ایک کی سوال کے جواب میں لکھے گئے ہیں یعنی سوال کرتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعِیْنَ اَلْفُ حِجَابِ مِنْ نُوْرٍ وَظُلْمَۃٍ	اللہ تعالیٰ کے نور وظلمات پر مبنی ۷۰ ہزار حجاب (پردے) ہیں

حجاب نورانی اور حجاب ظلمانی میں کیا فرق ہے؟ اور ان کا ہٹ جانا کیسے ممکن ہے؟ نورانی حجاب کتنے ہیں اور ظلمانی کتنے؟

۷۰ ہزار حجاب

جان لے ! اللہ تعالیٰ تمہیں توفیقِ خیر دے ! نورانی اور ظلمانی حجاب کا فرق اس وقت تک معلوم نہیں ہوسکتا جب تک سید المرسلین، رسول رب العالمین ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قانونِ شریعت کی پابندی، شرایط طریقت کی پاسداری اور نفس کی مخالفت کے ساتھ ساتھ خوب ریاضت ومجاہدہ نہ کیا جائے۔ اتنا جان لینا چاہیئے کہ حجابات میں سے ہر حجاب جس کا تعلق ظلمت سے ہوتا ہے وہ شیطانی تصرفات، وساوس اور نفسانی خواہشات ومقاصد کے سوا کچھ نہیں ہیں ان کی کل تعداد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر ہزار بتائی ہے ان میں سے ۲۸ ہزار ظلمانی (تاریک) ہیں ۲۸ ہزار دوسرے حجاب انسان کی قلبی اور روحی صفات سے متعلق ہیں یہ سب نورانی حجاب ہیں یہ کل ۵۶ ہزار حجاب بنتے ہیں اور یہ سب انسانی وجود سے بیرون نہیں ہیں۔

اگر افتد حجابی اندر این راہ

یقین دان کان حجاب ازماست امروز

☆یعنی اگر اس راہ میں کوئی حجاب یا رکاوٹ سے دوچار ہو جائے تو یقین کریں کہ یہ حجاب خارج سے

نہیں بلکہ آج کے ہمارے اپنے حجابات (آلودگیوں اور کدورتوں) میں سے ایک ہیں۔

۱۴ ہزار دوسرے حجاب ہیں جو صفات بشریت سے باہر ہیں یہ حجاب غیرت عزت الٰہی کے توسط سے سامنے آتے ہیں۔

منازل طریقت اور تجرید و تفرید

جو چاہے کہ اس علم کا ظاہر اسے معلوم ہو جائے اسے جاننا چاہئے کہ طریقت کے منازل و مراحل پانچ ہیں اور ہر منزل و مرحلہ میں نورانی و ظلمانی ۱۴ ہزار حجابات حائل ہیں یہ سیر و سلوک کے بغیر نہیں ہٹ سکتے۔

سیر و سلوک بھی تجرید و تفرید کے بغیر ہاتھ نہیں آتا۔ تفرید تجرید باطن (دل کو غیر اللہ سے خالی کرنے) سے عبارت ہے یہی مقام ہے جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔

سِيْرُوْا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اِسْتَهْتَرُوْا بِذِكْرِ اللّٰهِ	آگے بڑھو! مفردون سبقت لے گئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفردون کون ہیں؟ فرمایا وہ جو ذکر اللہ سے زبان کو سر سبز و شاداب رکھتے ہیں

پس جس طرح فعل فاعل سے الگ ہے اسی طرح ذکر سے شاداب و آباد ہونا ذکر سے الگ بات ہے۔ یعنی وہ معنی جو کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ میں ودیعت ہے اس کے دل میں نفوذ کر جانا، وہی مفرد ہے کیونکہ ذات کی دو صفت ہیں ہم اس کے مالک کو انہی سے یاد کرتے ہیں ایک یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ یا واحد! یعنی اے خداوند پاک تیرا کوئی نظیر نہیں اور دوسری یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ یا احد یعنی اے یکتا! دوئی کو تیری طرف کوئی راہ نہیں۔ بادشاہی اور حکمرانی میں کسی کو تیرے ساتھ کوئی اشتراک نہیں۔ پس یہ دو صفت ذات جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں داخل ہیں یعنی

لَا اِلٰہَ	نہیں کوئی خدا جو اس صفت سے موصوف ہو
اِلَّا اللّٰہُ	مگر اللہ کے

پس اس معنی کے لحاظ سے اللہ فرد (یکتا) ہے اور فرد کو جمع (پریشانی) کے وقت یاد کرنا کوئی خاصیت نہیں رکھتا جب تک بندہ خود میں حق تعالٰی کی خاصیت نہیں پیدا کرتا بندہ کیلئے اخلاص نہیں ہوتا۔

اخلاص و یقین

ہاں! ہاں! یہ راستے کے اختلافات ہیں ایک ہی معدن سے نکالا ہوا لوہا ہے مگر ایک قسم کے اندر چھپنے والا لعل بنتا ہے اور دوسرا بادشاہ کے لئے آئینہ۔ یا لطیف! بندۂ ضعیف اخلاص کو جو بندوں کے لئے تیرے خزانہ کرم کی ایک خاص نعمت ہے کس چیز کے اظہار کے لئے چاہے؟

یک ذرہ ز کیمیای اخلاص

گر برسرِ من نہی شوم خاص

☆یعنی اگر کیمیائے اخلاص کا ایک ذرہ میرے سر پر سایہ فگن ہو تو میں خاص آدمی بن جاؤں گا)

اخلاص کی اہمیت

اخلاص بھی تصدیق دل کے بغیر درست نہیں ہوتا تصدیق دل کی نشانی یہ ہے کہ زبان حق تعالٰی کو وحدت الٰہی کے ساتھ یاد کرتا ہے اور اس کا دل غیر اللہ سے بے گانگی اختیار کرتا ہے اخلاص میں استقامت یہ ہے کہ دل میں غیر اللہ کا جو بھی نقش بنتا ہے اس کا انکار کرتا ہے اور اسے نظر انداز کر دیتا ہے کہ

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (الکھف ۲۳)	اپنے رب کا ذکر اس وقت کرو جب تم باقی سب کو بھول جائے

جب ایسا کرتا ہے تو دل میں ذکر حق خالص اور وہ ذاکر بندہ مخلص بن جاتا ہے جب بندے کا کام مخلصین

کے رجسٹر میں درج ہو جاتا ہے تو شیطان کے لئے اس پر کوئی دسترس و تسلط نہیں رہتا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ (دستِ شیطان سے محفوظ) اس حال سے متعلق یوں ارشاد فرماتا ہے۔

اپنے رب کا ذکر اس وقت کرو جب تم باقی سب کو بھول جاؤ۔

قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادِکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (ص ۸۲،۸۳)	شیطان نے کہا تیری عزت کی قسم! میں سوائے تیرے مخلص بندوں کے سب کو اغوا کر کے گمراہ کروں گا

اس آیت میں آیا ہے کہ شیطان ملعون قسم کھا کر کہتا ہے کہ تمام بندوں کو گمراہ و غارت کرونگا مگر سوائے مخلص بندوں کے کیونکہ مجھے ان پر کوئی دسترس نہیں ہے۔ اگر ایسا (اللہ کے سوا ہر شے کی نفی) نہ کرے تو اخلاص پیدا نہیں ہوتا اور جب تک بندے میں اخلاص پیدا نہیں ہوتا اسے حقیقی ایمان حاصل نہیں ہوتا۔

اقرار و تصدیق اور عمل

نیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ

اَلْاِیْمَانُ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْقٌ بِالْجَنَانِ وَ عَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ	ایمان زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اعضاء سے عمل کرنا ہے۔

پس ایمان کی بنیاد اقرار لسانی پر ہے اقرار لسانی کی بنیاد دل کی تصدیق پر ہے یعنی تصدیق دل کے بغیر ایمان کا حصول نہیں ہو سکتا اسی طرح حصول ایمان کے بغیر عمل بالارکان (عمل تن) ہاتھ نہیں آتا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث بھی ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ — اعمال کا دارومدار نیت پر ہے

اعمال کی بنیاد تصدیق قلب پر ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو نظر آتا ہے کہ دل ایک معدن ہے جس سے یہ دونوں جوہر نکلتے ہیں اول جوہر صدق کو اس سے نکالنا چاہئے تا کہ آیات حق (حق کی نشانیوں) کو قبول کرے جب آیات حق کو قبول کرتا ہے تو اس میں عمل کی نیت پیدا ہوتی ہے۔ جب عمل کی نیت پیدا ہوتی

ہے تو آدمی کو طلب عمل پر اُکساتی ہے جب آدمی طلب عمل میں اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اس وقت عمل کے ذریعے ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ راہِ حق پالے۔ ہاں! یہ ایک دوسری بات ہے ہمارا مقصود اور ہے لیکن جب ہم اس عجیب بات میں پڑ گئے تو بات کسی اور طرف نکل گئی لہٰذا اشارہ

اَلْغَرِیْبُ اَعْمٰی غریب اندھا ہوتا ہے

ہم کو معذور سمجھ لیں۔

رفع حجابات

ابھی ہمیں اپنے اصل مقام کی طرف لوٹ جانے کا موقع ہے کیونکہ

كُلُّ شَیْءٍ یَّرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ ہر چیز آخر کار اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے

اور وہ یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ان حجابات کا ہٹ جانا تجرید و تفرید کے بغیر ہاتھ نہیں آتا یہ بھی ان شرائط کے ساتھ جو مذکور ہو چکے ہیں ان کلمات کا مقصد تفرید اور تجرید تھا کہ کون ہے؟ اور کیا ہے؟ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک طالب حق کا دل اس کی زبان کے موافق نہ بن جائے اور طالب حق جبر و قہر کے ذریعے زبان کو دل کے موافق بناتا رہے وہ طالب تفرید ہے جب دل زبان کے موافق بن گیا تو وہ مفرد بن جاتا ہے یہ اس لئے کہ ہم ہر وقت زبان کو لفظ "اَللّٰہ" پڑھتے رہنے کا محل پاتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ اس حال میں یہ کسی اور کلمہ کا مستقر بن جائے پس جب ایسا ہو جائے تو اس کلمہ کے پڑھنے کے وقت زبان اس کلمہ کے سوا باقی سب سے مفرد (علحدہ) ہو جائے گی اب اسی طرح دل بھی اگر زبان کی موافقت کرے تو یہ کلمہ اس کے لئے حقیقی ہے مجازی نہیں۔ اس وقت چاہیئے کہ جب بھی زبان مفرد اس کلمہ کے پڑھنے کیلئے حرکت کرے دل بھی اس کلمہ کے سوا باقی سب سے علحدہ ہو جائے گا جب تک زبان موافقت کرے گی اقرار لسان تصدیق قلب سے جڑھ جائے گی اسکی بدولت انشاءاللہ یہ حجابات اس سے دور ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام طالبین حق کو یہ سعادت عطا فرمائے (آمین)

سیر فی اللہ

اب ہم پھر شروع میں آتے ہیں جو کچھ ہم پہلے بتا چکے ہیں بندے کا حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچانے والی راہ کے مراحل ومنازل پانچ ہیں ان میں سے چار بشریت میں اور ایک حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ میں طے کرنا ہے اسے سیر فی اللہ کہتے ہیں پس جو کوئی آج نعوذباللہ ان مراحل کو طے نہیں کرتا اور ان حجابات کو وہ عبور نہیں کرسکتا دلیل قطعی کے مطابق کل قیامت کے دن جس پر ہم ایمان رکھتے اور اسکی تصدیق کرتے ہیں ہر منزل کے بدل میں اسے دس ہزار سال پیچھے رہنا پڑیگا۔طالب کو اس بات پر ڈرنے والا اور ترساں رہنے والا ہونا چاہئے ۔دو جہاں کے پروردگار اس معنیٰ کی یوں خبر دیتا ہے

فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ (المعارج ۴)	ایک دن کی مقدار ۵۰ ہزار سال کے برابر لمبی ہوگی

ایک دوسرے قول کے مطابق ہر منزل کے بدلے میں دو سو سال پیچھے رہنا پڑے گا اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے

فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ (السجدہ ۵)	ایک دن کی مقدار ہزار سال کے برابر لمبی ہے

اگرچہ یہاں دو مختلف اقوال میں تناقص (تضاد) نظر آتا ہے لیکن از روئے حال یہ ایک دوسرے کے لئے متناقص ومتضاد نہیں ہوتا ہے۔

ان منزلوں اور مراحل کی بنیاد پانچ خاطر پر ہے ان میں سے چار ختم ہو جاتے ہیں جبکہ ایک باقی رہ جاتا ہے اور وہ رحمانی خاطر ہے اور پانچویں منزل یہی ہے۔بس جس طرح منازل طریقت پانچ ہیں ان کے لئے پانچ عقبات (خطرناک گھاٹیاں) اور آٹھ درجے ہیں آٹھویں درجے میں چھ مراتب اور دو مقام آتے ہیں ان منازل ومراحل کی تنگی وکشادگی اور ان کے عقبات کا عبور کرنا اور ان درجات تک رسائی اور مراتب ومقامات وقوف (ٹھراؤ) وسکونت برحق ہیں اور محال نہیں لیکن اس قدر جو عبارات تحت اشارات کے مطابق ہوں، یہاں کچھ رمز انشاءاللہ کھول دیتے ہیں۔

آدم وکائنات کی تخلیق

اے عاشقان الٰہ! اور اے طالبان راہ! اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو اپنے نورِ معرفت سے منور فرمائے (آمین)

جان لے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم اور آدم زاد کو پیدا فرمایا انہیں عالم غیب اور عالم شہادت دو عالموں پر مبنی پیدا فرمایا جیسے روح اور جسم۔ ان میں سے ہر ایک کو اس کی حسب حال علم کرامت فرمایا تاکہ اس علم کے ذریعے غیب وشہادت کی معیشت حاصل کرے۔ پس مرد کے لئے چاہیئے کہ ہر علم کے مطابق اپنے آپ میں عمل پیدا کرے اس میں مقصود و مطلوب ایک (ذات حق) کے سوا کسی کو نہ جانے۔ جب ایسا کرے تو ہر علم سے اس کے لئے مقررہ کام لے تو دو جہاں کی سعادت اور جاویدانی مرادات تک پہنچ جائے گا لیکن اگر ایسا نہ کرے اور اس علم سے مقررہ کام نہ لے تو یقیناً ان میں سے ہو کر رہ جائے گا جن کے بارے میں کہا ہے کہ

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهٖ (الفاطر ۲۹) ان میں سے کچھ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں

کیونکہ (یہ ظلم ہے اور ظلم کی تعریف یہ ہے کہ)

اَلظُّلْمُ عِبَارَةٌ عَنْ وَضْعِ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضَعِهٖ	ظلم کسی چیز کو ایسی جگہ رکھنے سے عبارت ہے جو اسکی نہیں غیر کی ہے

پس جو تقریر اوپر کی گئی ہے جب روح اور جسم کو عدم غیب وشہادت سے وجود میں لایا اور یہ دونوں دور دور کی (متضاد) چیزیں ہیں کہ

سُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ الْبُعْدِ الْاَبْعَدَیْنِ	اللہ پاک ہے جس نے دو دور دور کی چیزوں کو جمع کردیا

پس ان کو ایک دوسرے کے قریب کردیا کہ

اَقْرَبُ الْاَقْرَبِیْنَ ایک دوسرے کے قریب ترین بن گئے۔

چنانچہ روح علوی کو

اَحْسَنِ تَقْوِیْم (التین ۴) بہترین ساخت (قد وقامت)

سے جسم انسانی کی اسفل (پستی) میں بھیج دیا یہاں تک کہ ان دونوں کے امتزاج اور ملاپ کے ذریعے خلف و نا خلف والے دو بیٹے یعنی قلب اور نفس پیدا ہوئے ان دونوں میں سے ایک باپ اور دوسرا ماں ٹھہرا۔ انسان کی طبیعت میں جو بھی مذموم و محمود اخلاق پیدا ہوتے ہیں انہی کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں۔

انسان میں نیکی و بدی کی پیدائش

چنانچہ روح اور جسم کے امتزاج اور ملاپ سے نفس اور قلب پیدا ہوئے اور ان دونوں سے برائی اور محبت پیدا ہوئی ان دونوں سے اخلاق حسنہ اور اخلاق ذمیمہ پیدا ہوتے ہیں چنانچہ محبت سے شفقت اور رحمت پیدا ہوئیں اور برائی سے غضب و شہوت۔ پھر ان دو یعنی غضب اور شہوت سے کینہ، لالچ، بخل، حسد، غرور، عجب اور ظلم پیدا ہوئے اسی طرح شفقت اور رحمت سے سخاوت، قناعت، حلم، عدل، تواضع، غیرت اور رفا پیدا ہوئے۔

چند متضاد نیکی و بدی

یہ تمام جو ہیں وہ ایک دوسرے کے ضد واقع ہوئے ہیں مثلاً بخل سخاوت کا ضد، کینہ حلم کا، حرص قناعت کی اور حسد غیرت کی ضد ہیں یہ اس لئے کہ حاسد دنیا میں جس کے لئے نعمت یا دولت دیکھتا ہے چاہتا ہے کہ وہ اسے ملے اس طرح وہ اسے حسد کرتا ہے لیکن غیر تمند جس کسی میں دلجمعی اور قربت الٰہی دیکھتا ہے وہ کوشش کرتا ہے کہ دلجمعی اور قربت الٰہی اور بھی بڑھ جائے وہ اس سے غیرت کرتا ہے چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ

اِنَّ سَعْدَ لَغَیُوْرٌ وَ اَنَا اَغْیَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْیَرُ مِنَّا	بیشک سعد غیرت مند ہے میں اس سے زیادہ اور اللہ ہم سب سے زیادہ غیرتمند ہیں

اسی طرح غرور تواضع کی، ظلم عدل کی اور عجب فنا کی ضد ہے اور ان میں برائیاں نفس امارہ کی قباحتوں اور نیکیاں نفس مطمئنہ کی نیکیوں کے نتائج ہیں۔

نیکی اور بدی کے نتائج

پس حسناتِ صالحہ کے یہ نتائج روحانیت کے ساتوں طبقات تک پھیلے ہوئے ہیں اسی طرح حسنات صالحہ کے یہ نتائج سات آسمانی طبقوں کو گھیرے ہوئے ہیں جس طرح نفس امارہ کی برائیاں نفس مطمئنہ کی بلندیوں تک پہنچ جاتی ہے کہ

ثُمَّ رَدَدْنَاہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ (التین ۵) پھر ہم نے اسے سب سے نچلی پستیوں میں لوٹا دیا

نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حال کی جانب اشارہ ہے؟ جیسا کہ کہا ہے

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا (یوسف ۲۴) اس نے آپ کی طرف ارادہ کیا اور آپ نے ان کی طرف

اور وہ قصد نفس امارہ کے صفت کی تاثیر سے ظاہر ہوا۔

اے عزیز! یہاں اس فاسد اعتقاد کو مت دوڑا اور یہ مت سمجھ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نفس نفس امارہ تھا نہیں بلکہ آپکا نفس نفوس انبیا علیہم السلام میں سے ایک تھا اور وہ مطمئنہ ہوتا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے کہا کہ نفس امارہ کی تاریک تاثیر تھی کہ آپ کے قلب مطمئن پر پڑی یہاں تک کہ آپ کو نفسانی خیال آ گیا۔ یہاں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مرد صالح سے کوئی برائی وجود پذیر ہو جاتی ہے اسی طرح مرد طالح (بدکردار) سے کوئی نیکی ظاہر ہو سکتا ہے۔

نیکی جنت اور برائی دوزخ

پس جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ وجود انسانی دو عالم، عالم غیب و شہادت سے مرکب ہے جیسے

روح اور جسم ۔چاہیئے کہ ان دو عالموں میں سے ہر ایک عالم کے مناسب غیب وشہادت اس میں ظاہر ہوں ۔اب ہم پھر پیچھے کی طرف لوٹتے ہیں اور اور مناسبت تلاش کرتے ہیں ۔

جان لے کہ خاکی تاریک کثیف جسم زمین بشریت کے سات طبقوں کے مطابق ہے پس ان میں سے ہر ایک کیلئے عالم غیب میں مستقر اور مقام ہے سات دوزخی گڑھے اور آٹھ جنتی درجا نہی سے عبارت ہے ہم اسے دوزخ ظلمانی اور جنت جاوداں کہتے ہیں ۔دوزخ کے گڑھوں میں سے یہ سات گڑھے اور جنت کے درجوں میں سے سات درجے سب انسانی طبیعت میں موجود ہیں ۔واللہ اعلم ۔

<u>۷دوزخ و ۸جنت کے اسرار</u>

اب ہم ان کے اسرار بتاتے ہیں دوزخ کے سات گڑھے اور جنت کے آٹھ درجے ہیں یہ کیا ہے؟ جان لے کہ بہشت کے درجوں میں سے آٹھویں درجہ انسان کی طبیعت سے باہر ہے ان کی شرح آگے آئے گی یہ سات زمین انسان کے طبقات اور سات آسمان روحانی کے درجے یہ سات دوزخ نفسانی کے گڑھے اور سات بہشت روحانی کے درجے اقسام یعنی نفس امارہ، نفس لوامہ، نفس ملہمہ اور نفس مطمئنہ سے باہر نہیں ۔پس ان میں سے ہر ایک کو جن کے بارے میں امارہ ہونے یا لوامہ ہونے کا ظاہری حکم لگایا جا سکتا ہے، دو معنی پر تقسیم کریں جنہیں ہم غیب کہتے ہیں اور جب ظاہری حکم نہیں لگایا جا سکتا مثلاً نفس ملہمہ اسے ایک معنی پر ہی رہنے دیں پھر انہی معانی کو زمین انسانی کے طبقات میں سے ایک طبقہ دے دیں تو یہ سات مکمل ہو جاتے ہیں ۔پھر زمین انسانی کے طبقات میں سے ہر ایک نفس امارہ کے اعمال سیئہ کا قبیح نتیجہ شمار کریں اور ہر قبیحہ کے مناسب جو زمین انسانی کے طبقات میں تم نے شمار کیا ہے، دوزخ ظلمانی کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا عالم غیب میں دگنا شمار کریں ۔پس دوزخ ظلمانی کے گڑھوں میں سے ہر ایک گڑھے کی صورت کے مناسب جو تم نے عالم غیب میں شمار کیا ہے ۔زمین انسانی کے طبقات میں سے ایک صفت کی صورت پیدا ہوگئی ہے ۔جسے ہم دوزخ نفس کہتے ہیں، یہ خواہشات

کی ہوا کے بغیر نہیں دھکتے ۔پس آج کوئی نعوذ باللہ اس آگ کو (نیکی و بھلائی کے ذریعے) بجھا نہیں دیتا تو کل قیامت کے دن جسے ہم مانتے اور اسکی تصدیق کرتے ہیں، اس آگ کے شعلے اس کے وجود کو بھسم کردے گا۔ہاں جو کوئی اس آگ کو بجھا دیتا ہے وہ نجات پائے گا چنانچہ فرمایا ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (النازعات ۴۱-۴۰)	اور نفس کو خواہشات سے منع کیا پس بے شک جنت ایک اچھا ٹھکانہ ہے۔

جب تم نے زمین بشریت کے سات طبقات شمار کر لیئے۔ ہر طبقے کے مقابلے میں آسمان روحانیت کے درجات میں سے ایک درجہ شمار کریں پھر آسمان روحانیت کے درجات میں سے ہر درجہ کے ساتھ اطوار دل میں سے ایک طور شمار کریں یہ سات اطوار دل صدر، قلب، شغاف، فواد، مہجۃ القلب، سر اور خفی ہیں۔ان اطوار دل میں سے ہر طور میں نفس مطمئنہ کے اعمال صالحہ میں سے ایک نتیجہ حسنہ شمار کریں، پھر ہر حسنہ کے مناسب بہشت جاودانی کے درجات میں سے ایک درجہ عالم غیب میں شمار کریں جب تم نے بہشت جاودانی کے درجات میں سے ہر درجہ کی صورت کے مناسب عالم غیب میں ایک درجہ شمار کر لیا اب اس صورت پر آسمان روحانیت کے درجات میں سے ایک درجہ ظاہر ہوا ہے۔ جسے ہم بہشت روحانی کہتے ہیں۔

پھر ان حسنات اور سیئات کے نتائج جن سے وجود انسانی کو تقویت ملتی ہے اور وجود بشری ہر ایک کے مناسب دوسرے صفات پیدا کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان صفات پر عالم غیب میں جو بہشت جاودانی اور دوزخ ظلمانی سے عبارت ہے۔حور، غلمان اور اولادیا، سانپ، بچھو اور بھڑ پیدا کرتا ہے۔

پھر اس طرح زمین شہادت کے طبقات میں بھی کہ انسانی جسم اسی سے بنا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ مخلوق جیسے جن، انس، درندے، پرندے، چرندے وغیرہ کی صورتیں پیدا کرتا ہے پس ان میں سے ہر

ایک کے مناسب زمین بشریت کے طبقات میں صورتیں پیدا ہوتی ہیں پھر جس طرح کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عالم شہادت کی طبقات زمین میں مخلوق کی صورتیں پیدا کی ہے اسی طرح عالم شہادت کے طبقات آسمان میں بھی مختلف مخلوق ہیں جیسے ملک کہ روح انسانی انہی کے جوہر سے ہے۔ غیر ملک جیسے آفتاب، ماہتاب، ستارے وغیرہ۔ پس ان میں سے ہر ایک کی آسمان روحانیت کے طبقات زمین میں بھی مناسب صورت ظاہر ہوگی۔

وجودِانسانی کی اہمیت

المختصر اے طالب عشق! اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہیں کمال معرفت عطا فرمائے (آمین) وجودِ انسانی کو عالم غیب اور عالم شہادت کا ایک مجموعہ شمار کریں اور اسی میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہیں اسے عالم صغریٰ کہتے ہیں۔ جلد ہی نفوس انسانی کی آفاقی نقوش میں الطاف وعنایت الٰہی طالب راہ پر واضح اور روشن ہوگا۔ کہ

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَ فِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقّ	ہم عنقریب انہیں آفاق اور ان کے اپنے نفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہوگا کہ وہی حق ہے

ای نسخه نامهٔ الهی که توئی   وی آئینهٔ جمال شاهی که توئی

بیرون ز تو نیست هرچه در عالم است   در خود بطلب هر آنچه خواهی که توئی

☆ یعنی تو ہی نامہ الٰہی کا نسخہ اور جمال بادشاہی کا آئینہ ہے جہاں میں جو کچھ بھی ہے وہ تجھ سے باہر نہیں پس جو چاہتے ہوں اپنے آپ میں طلب کرو۔

عاشقوں کا راستہ

اے طالب صادق! اللہ سبحانہ وتعالیٰ تجھے طویل عمر سے نفع دے (آمین) جان لے! کہ اوپر جو تقریر گزر گئی ہے یہ بھی انسانی طبیعت سے باہر نہیں اور ہر پانچ منازل ومراحل جن کا ذکر پہلے گزر چکے ہیں، میں سے چار وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے منزل پنجم جس کے بارے میں پہلے بتا دیا ہے کہ انسانی

طبیعت سے باہر ہے، اس پر چلنا عشاق کا کام ہے۔ یہ درگاہ سبحان میں تقرب چاہتا ہے۔ ہاں ہاں یہاں درویش سلطان ہے اور سلطان اس حال سے محروم ہے کیونکہ یہ پرندہ کسی اور آشیانے سے ہے

مرغ او بو سعید ابوالخیر است

صید او بایزید بسطام است

☆یعنی ابو سعید ابی الخیر اس کا پرندہ ہے اور بایزید بسطامی اس کا شکار ہے۔

سلطان محمود کی حکایت

کسی دن سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ مشہور ہے حضرت شیخ ابوالحسن حرقانی قدس اللہ سرہ کی زیارت کے لئے خرقان آیا وہاں پہنچ کر شیخ کی زیارت کی تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گئے۔ شیخ اپنی حالت سے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ سلطان نے شیخ سے کہا یہ سب جال ہے شیخ نے فرمایا ہاں خوب! لیکن اس میں پھنسنے والا پرندہ تم نہیں کوئی اور ہے۔

پس اس منزل میں بھی جس کی شرح گزر چکی ہے طالب راہ کے لئے ۱۴ ہزار صفات غیرت الٰہی وجلال سلطنت پادشاہی کے نورانی حجابات ہیں۔

ترک خواہشات

جب تک طالب ہوائے نفسانی کے مقامات سے گزر نہیں جاتا تصرفات شیطانی کلی طور پر اس سے دور نہیں ہونگی انسانی طبیعت میں سیر وسلوک جب تک مکمل نہیں ہوگا طالب بشری پستی سے روحانی بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اپنے خواہشات کی پستی سے نجات نہیں پا سکتا۔ اور اس منزل پنجم میں سلوک نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم

خلق پر شفقت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اپنی بندوں میں سے کسی بندے کے ساتھ جب خاص عنایت ہوتی ہے تو

اس کے دل پر ارادت محبت کا تجلی ڈال دیتا ہے۔پس بندے کی ارادت حرکت میں لاتا ہے اور اس کے دل میں دردطلب پیدا ہوتا ہے اسی سبب سے تمام مخلوق کے ساتھ رحم وشفقت پیدا ہوتا ہے پھر نفسانی خواہشات اور آرزؤں سے وہ روگردانی کرلیتا ہے۔

مصنف کا آغاز ارادت

یہاں اس ضعیف کے دل میں ایک واقعہ آرہا ہے اس پر دلیل ہے کہ جب بندے میں طلب راہ حق ظاہر ہوتا ہے وہ اپنے آرزؤں سے روگرداں ہو جاتا ہے اسکے دل میں مخلوق کی شفقت جگہ بنالیتی ہے پہلے اس ضعیف کے سعادت کی گیند میدان شقاوت میں ہوتا تھا۔اس وقت نفس کا لگام اوامر الٰہی سے کھینچ رکھا تھا۔اور آرزؤں اور ممنوعات کے میدان میں اسے دوڑاتا مرغزار غفلت میں چرایا کرتا تھا۔ لیکن اسی حالات کے دوران اس ضعیف کے اطوار دل میں حق سبحانہ وتعالیٰ سے نور آشنائی آنے لگی اور اس کی محبت کا اثر ظاہر ہونے لگا۔کبھی شام نفس سے صبح روح پردے میں چلا جاتا اور کبھی آفتاب محبت برج سعادت پر چمکنے لگتا کبھی زنگی (عفریت) شقاوت غم خانہ ظلمت سے سر نکالتے۔اور معصیت کے کجرے میری جان پر انڈیل دیتے۔پس جب بھی اس نور کا پرتو زیادہ ظاہر ہوتا اس نور کے پرتو میں میں بے وفائی کی کدورتوں اور عہد شکنی کے ظلمتوں میں آشنائی کی جدائی دیکھ لیتا۔

دل ونفس کی کشمکش

خود کو ملامت کرنے کے لئے عزلت اختیار کرتا۔اپنے نفس کو وہاں کونے میں بند کرتا۔رنجیدہ سینے پر ندامت کے مکے رسید کرتا ہر وقت دیوار غم پر سر حسرت دے مارتا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی درگاہ میں یہ راز ونیاز پیش کرتا۔

چیست که هیچ سوی ما،خود نظری نمی کنی

حال دل شکسته را ،به بستری نمی کنی

دل ببری و تن زنی رو که تو نیز چون فلک

درحق کس عنایتی ،بی جگری نمی کنی

☆یعنی یہ کیا ہے؟ ہماری طرف نظر نہیں فرماتے اور ہم جیسے شکستہ دل کے حال پر مرہم نہیں رکھتے ۔

☆دل لیکر خاموش ہوگیا ہےتم بھی فلک کی مانند چلتے بنو کسی بے جگر کے حق میں عنایت سے پیش نہیں آتے۔

پھر میں یہ مناجات پڑھ لیتا ۔الٰہی! تجھ سے بے گانہ رہنے پر مجھے معاف فرما! تیری وفاداری کا واسطہ ہماری جفا کو نظر انداز فرما! آلٰہی! اگر اس ضعیف کے پیدا کرنے کا مقصد آگ ہے تو یہ بھی مجھے قبول ہے لیکن مجھ میں بار فراق اور درد گناہ اٹھانے کی طاقت نہیں ہے: آلٰہی! تیری طاعت کرتے ہوئے دوزخ کی مشقت کو عزیز رکھتا ہوں لیکن راہ معصیت کے ساتھ حسین حوروں کو بھی نہیں چاہتا! آلٰہی! میں تیرا بندہ ہوں اپنی بندگی کی طرف مجھ راستہ دے! اور میرے اسرار کو پوشیدہ رکھ۔آلٰہی! مجھے خود سے دور نہ فرما اور بندہ کے ساتھ حدیث جور نہ فرما ۔

آه از غم و آه از غم و آه از غم تو

رخسارۀ لعل من چو کاه از غم تو

☆یعنی تیرے غم، تیری درد، تیرے شوق اور تیری آرزو میں میرا لعل کی مانند دمکتا ہوا تروتازہ رخسار خشک گھاس کی طرح زرد ہوگیا ہے

ہاں! یہ ضعیف ماضی میں یہ کہا کرتا تھا آج بھی جس حال میں ہوں، میں کہا کرتا ہوں۔

درد عشق تو ام چوپای در سنگ آید　　صحرای جهان بر دل من تنگ آمد

در دوزخ اگر وصل تو درچنگ آید　　مارا ز همه بهشتیان ننگ آمد

☆یعنی ہم تیرے عشق میں پابند ہوگئے ہیں اس لئے صحرا کی وسعتیں ہمارے لئے تنگ بن جاتی ہیں

اگر دوزخ میں ہمیں تیرا وصال حاصل ہوا تو یہ ہمارے لئے تمام اہل بہشت پر فخر وناز کی بات ہوگی۔

جب دوسری بار نور کا پرتو اپنے چہرے پر پردہ کھینچ لیتا تو وجود انسانی کی رندانِ خرابات خود کو ظلمات نفسانی کے پس پردہ پا لیتے پھر جام معصیت کے منہ کھول دیتے۔ دوبارہ بد معاشی اور مفلسی میں پاؤں رکھ لیتے اور چالبازی، کمینگی اور لا پروائی میں ہاتھ دھو لیتے۔ اس وقت وقت کا تقاضا یہ تھا کہ جو میں کہتا ہے

ای دل سخت جان من بار دگر چه می کنی

راهِ خطا چه می روی کار خطر چه میکنی

راه ِدراز در رهت بادیه است پرُ خطر

زاد ِ ره از چه ساختی ساز سفر چه میکنی

عشق بتان نه کار تست از پیٔ آن چه میروی

کارِ مرا چو زلف خود زیر و زبر چه میکنی

☆یعنی اے میری سخت جان دل! تم پھر کیا کرو گے خطرناک راستے پر کیسے چلو گے اور خطرناک کام کیسے کرو گے؟

☆ تجھے پُر خطر اور لمبی راہ درپیش ہے تم نے کونسی زادراہ تیار کی ہے اور سفر کا کیا سامان بنایا ہے؟

☆عشق تیرا کام نہیں پھر تم کس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو میرے معاملات کو اپنے زلف پریشان کی طرح کیوں درہم برہم کرتے ہو؟

فضل الٰہی کی ابتداء

یہاں تک کہ وہ غیبی صورت پردے سے باہر نکل آئی نسیم صبا نے کنعان دل کے مشام جان تک یوسف باوفا کی خوشبو پہنچایا یہاں تک کہ بیت احزان میں یعقوب جان نے یوسف گم گشتہ کو پا کر اس بیت کو پڑھلیا ہے

که بر گذشت که بوی عبیر می آید؟   که می رود که چنین دل پذیر می آید؟

خبر زیوسف گم گشته می دهد یعقوب   مگر ز مصر بکنعان بشیر می آید

☆یعنی کون گزرا کہ یہاں عبیر کی خوشبو آرہی ہے؟ کون یہاں سے جارہا ہے کہ ایسی خوبصورت دلآویز آرہی ہے؟

☆ادھر یعقوب کنعان میں یوسف گم گشتہ کی خبر دیتا ہے ادھر مصر سے کنعان (بشیر) بشارت دینے والا آپہنچتا ہے۔

<u>وطن مراجعت</u>

اس وقت مجھے دو تین رند لاپرواہ سے سابقہ رہا جو شب و روز بستر غفلت پر دراز رہتے اور ہمیشہ لہو ولعب، شوخی، چغلخوری اور قمار بازی میں مشغول رہتے۔اور جہالت کے قبیح خانے میں علت جہالت سے بیمار اور معقول ومنقول سے بے نیاز اپنے آپ کو ہمیشہ کیلئے نہنگ خواہشات کی ہلاکت خیز منہ میں ڈال رکھتے تھے۔الغرض یہ کہ وہ جَلَسَۃُ السُّوْءُ (بدترین صحبت) تھی۔یہ ایسی مجلس تھی اس سے مجھے معصیت کی دھوان کے آسیب پہنچتے اور ادھر میرے دل کو منشور رسالت کی تصدیق پہنچتی جیسا کہ فرمایا ہے

مَثَلُ جَلِیْسِ السُّوْءِ کَمَثَلِ نَافِخِ الْکِیْرِ اِنْ لَمْ یُحْرِقُکَ نَارُہٗ عَبِقَ بِکَ دُخَانُہٗ	برا ساتھی لوہار کی بھٹی کی مانند ہے اگر اس کی آگ تجھے نہ جلا ڈالے تو بھی اس کا دھواں تیرے نتھنوں میں پہنچ جائے گا

یہاں تک کہ اتفاقاً ان میں سے ایک جماعت کے ساتھ ایک مجلس فساد میں جو شیطان کی آماجگاہ تھی بیٹھا اور انہی کے قاعدے کے مطابق اس مجلس میں بہت سا وقت ضائع کرتا رہا یہاں تک کہ میں اس منحوس و گندے مجلس سے اٹھا اور اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا جب وطن میں پہنچا تو مدہوشی وخرابی سے گر پڑا اور

نیند کی آغوش میں چلا گیا اس گھر میں کوئی معصومہ زاہدہ عورت سوئی ہوئی تھی ناگاہ وہ بیدار ہوگئی جب وہ آنکھ کھولتی ہے تو گھر کو روشن پاتی ہے وہ سر اٹھا کر دیکھتی ہے جہاں میں سویا ہوا تھا اسے میرے سرہانے کسی شخص کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے نظر آتی ہے۔ گویا اس کا سر چھت سے لگتا ہے اور گھر اس کے نورانی پر تو سے روشن ہے وہ جب دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہے اپنا سر میرے قریب لا کر کہتا ہے کہ "تم نے توبہ کر لیا ہے، توبہ کر لیا ہے، توبہ کر لیا ہے"۔ وہ اسی طرح کرتا رہتا ہے جب بھی وہ یہ جملہ بولتا ہے مجھ سے فریاد و نالہ بلند ہوتا ہے۔ جب صبح ہوگئی اس عورت نے یہ ساری باتیں مجھے بتا دیں یہ سن کر میرے دل میں رقت پیدا ہوئی اور نفس پر خوف طاری ہوا اسی وقت میں نے تجدید اسلام کیا اور توبہ کی نیت کر لی۔

لیکن ناجنس لوگوں کے ساتھ اسی طرح مل جل کر رہنا پڑا ان سے میل جول کی وجہ سے اس نیت کا پرتوِ نور کمزور ہو کر رہ گیا اس وجہ سے اعتقاد میں بھی ضعف آ گیا یہاں تک کہ ایک شب میں ہر جنس کے لوگوں کے ساتھ صحبت میں بیٹھا ہوا تھا اتفاقاً وہاں ایک حادثہ ہو گیا جس میں میرا پاؤں ٹوٹ گیا محض اس لئے کہ میرے پاؤں ٹوٹنے سے آگاہ ہو کر دوسرے ہم نشینوں کو زحمت نہ ہو، پاؤں کی شکستگی ظاہر نہ ہونے دی میں نے یہ راز چھپانے کی اتنی سخت مشقت کی جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا لیکن اس حال میں میں نے جان لیا کہ کیا ہوا ہے؟ یعنی یہ تو فتوح غیبی ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مجھ تک پہنچا ہے میں نے مستحکم توبہ کر لیا اس وقت فریاد کرنے اور آہ بھرنے کی بجائے الحمد للہ کہتا تھا اور جانتا تھا کہ یہ تو لباس محنت میں جو مجھ کو پہنایا گیا ہے، ایک نعمت ہے اور ان تمام زہر مشقت کو جو ساقی محبت کے ہاتھوں جام محنت کی صورت میں مجھے پہنچ رہا ہے، شکر کی شربت سمجھتے ہوئے نوش کرتا تھا اور دیکھتا تھا کہ اگر اس ہیبت ناک سائی کو بارگاہ غیب سے تنگی نفس کیلئے نہ بھیجتا، خیمہ سلامت کی طنابیں ٹوٹ جاتیں یہاں تک کہ صحرائے ملامت میں غفلت کے خیمے گاڑ دیتے اس وقت میں یہ شعر کہتا اور روتا تھا۔ ؎

سودای توام درجنون می زد دوش دریای د و دیده موج خون می زد دوش

تانیم شبی خیل خیال تو رسید   ورنه شه جان خیمه برون میزد دوش

☆یعنی کل جڑواں جنون (عشق ومحبت الٰہی) نے دستک دی تو میری دونوں آنکھوں کے دریا میں خون کی طغیانی آگئی اور میں جی بھر کر رویا یہاں تک کہ نیم شب کے وقت تیرے فکر وخیال کا لشکر آپہنچا ورنہ میرا محبوب باہر خیمہ زن ہو رہا تھا۔

خواب میں زیارت مصطفیٰؐ

فی الجملہ اس طرح روزگار ناسازگار اس ضعیف پر گزر رہا تھا کبھی مشعل نور ارادت میرے دل پر پرتو ڈالتا اور کبھی ظلمات نفس اور خواہشات میں کھو جاتا یہاں تک کہ اسی کشمکش کے دوران یہ ضعیف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھتا ہے آپ کے ساتھ بہت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں، مشرق سے مغرب کی جانب ایک عمارت بنا رہے ہیں اس وقت آنحضرت کے ہاتھ میں ایک بیلچہ ہے اس کا طول وعرض بہت بڑا نظر آتا ہے آپ اس بیلچہ سے گارا اٹھاتے ہیں اور عمارت پر ڈالتے ہیں اصحاب اس مٹی پر پیر رکھ کر دباتے اور عمارت کو مضبوط بناتے ہیں اس حال میں میں خود سے کہتا ہوں کہ یہ ہے قوت محمدی جو ہم کبھی سنا کرتے تھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں چالیس مردوں کی قوت کرامت فرمائی ہے ورنہ عام آدمی میں یہ قوت کہاں؟ اتنے بڑے بیلچے سے کس طرح کام کر سکتے ہیں؟ میں اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بیلچہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا وہ بیلچہ ان کے ہاتھ میں بھی ہلکا دکھائی دیتا تھا جس ترتیب سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کام کرتے آپ بھی بلا کسی رنج وتکلیف کے کام کرتے تھے میں پھر تعجب کرنے لگا کہ ہم نے جو سنا ہے کہ علی اسد اللہ (شیر خدا) ہے، بارگاہ نبوت کا شجاع لشکر ہے در خیبر کو اکھاڑنے والا ہے اگر ایسا نہ ہوتا اتنے بڑے بیلچے سے کیسے کام کرتا؟ ابھی میں اسی اندیشے میں تھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے خطاب فرمایا کہ یا علی! یہ بیلچہ اس عبدالرحمان

کے ہاتھ میں دے دیں پس امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہ بیلچہ میرے ہاتھ میں پکڑا دیا اتنا بڑا بیلچہ میرے ہاتھ میں ہلکا تھا میں نے جانا کہ یہ معجزہ نبوی کے سوا کچھ نہیں ہے اسی ترتیب نبوی کے مطابق اس ضعیف نے بھی کام کیا اور اس عمارت پر گارا ڈالتا رہا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی اور دوسرے صحابہ جو وہاں حاضر تھے، کے ساتھ پاؤں سے گارے کو دباتے اور عمارت مضبوط کرتے تھے اس میں ایک عجیب سر ہے۔

قصہ مختصر! اس کام اور اس حال میں یہ ضعیف اس واقعے سے واپس آیا اس واقعے کو دیکھنے کے بعد

كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ مَافِيْهِ برتن سے وہی چھلکتی ہے جو اس میں ہو۔

کے تحت میں یہ شعر پڑھنے لگا ۔

سعادت در جهان پیدا ست امروز   که زیبا یارِ ما باماست امروز

چو زیبا یارِ ما با ما بشاراست   غم واندوه زمابرخاست امروز

بحمد الله بکام دوستان است

بنا میزد خوش و زیباست امروز

☆یعنی آج جہان میں سعادت وخوش بختی پیدا ہوگئی ہے کیونکہ ہمارا پیارا محبوب آج ہمارے ساتھ ہیں۔

☆ہمارے پیارے محبوب کا ہمارے ساتھ ہونا خوش خبری ہے اسلئے غم اور اندوہ آج ہم سے اٹھ گئی اور رخصت ہوگئی ہے۔

☆الحمدللہ ہم محبوب کے کام میں مصروف ہیں آج ہم نے خوشی ومسرت کی بنیا درکھ دی ہیں ۔

طریقت محمدی تک رسائی

کچھ مدت بعد صورت یہ ہوگئی کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے معین و

دست بدست طریقت محمدی اس ضعیف کو پہنچا بعد میں میں نے اپنے نفس پر ریاضت ومجاہدہ اختیار کیا تو نفس کو اس میں تابعدار پایا اور توفیق الٰہی اسے نصیب ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَ صَلٰوتُہٗ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ خَیْرُ اٰلٍ وَعَلٰی اَوْلَادِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

اوپر جو کچھ مذکور ہوا ہے یہ سب حق سبحانہ وتعالیٰ کی اس ضعیف کے حق میں نعمت تھی نعمت الٰہی کی موافقت میں ان نعمتوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ ۱۱) اپنے پروردگار کی نعمت کا ذکر کریں۔

پور حسن کی صحبت

اس طریق شریف کے پانے کا سبب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس ضعیف کیلئے ایک اور نعمت ہے وہ یہ ہے کہ شروع میں میری حالت کوئے زہد میں نیچے گرا ہوا تھا۔ مقامات مقربین کے مشرب، جوان مردوں کے ذوق اور مشتاقوں کے شوق سے بے خبر تھا اس وقت حضرت شیخ احمد جوریانی قدس اللہ سرہ کہ یہ ضعیف ان کا مرید خاص ہے، کی خدمت میں درویشوں کی ایک جماعت تھی شیخ صاحب نے انہیں خلوت میں بٹھا دیا۔ لیکن کیونکہ آپ ان پڑھ تھے اور ساتھ ہی لکنت کا بھی شکار تھے، اس لئے میرا نفس ان سے ارادت کیلئے آمادہ نہ ہوا کیونکہ میری نظر آن بزرگوار کی ظاہری حالت پر تھی اور ولایت کی بزرگی جو ان کو باطنی حال میں حاصل تھی، میں ان کے ظاہری جسم سے طلب کر رہا تھا لیکن کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی اس ضعیف کے حق میں فضل وکرم تھا کہ آپ کے درویشوں میں سے ایک درویش عزیز کو جو "پور حسن" کے نام سے معروف تھا، کو میری صحبت میں لا ڈالا پس آں عزیز نے، کہ ان کی سعادتمندی ہمیشہ قائم رہے اپنے شیخ اور ان کے طریقے سے متعلق تشریح کر دی ذکر اور خلوت کے شرائط جو انہوں نے اختیار کیا تھا، سے متعلق بتایا یہاں تک کہ یہ وسیلہ بنا کہ مجھ میں شیخ کے ساتھ ارادت کا داعیہ پیدا کیا اور دل میں ان کی محبت کا اثر پیدا ہوا۔

پور حسن کے ساتھ کسرق میں

یہ حال اسفرائین کے ایک دیہات میں پیش آیا تھا جو کسرق کہلاتا ہے، اس دیہات کے کنارے پر شمال کی سمت ایک خلوت خانہ ہے وہ ''خلوت خانہ شیخ ابوبکر کتانی'' کے نام سے معروف ہے پس میں ان کے ساتھ وہاں گیا سبب یہ تھا کہ وہ متبرک جگہ تھی یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہوا پس ہم نے اکھٹے با جماعت نماز ظہر ادا کیا پھر میں نے آںعزیز سے استدعا کیا کہ ان شرائط کے مطابق جو شیخ نے تلقین ذکر کیا ہے، اس ضعیف کو بھی تلقین کریں میں نے ان تمام اشارات پر جو انہوں نے کیا، اپنے دل کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف پھیر لیا نماز عصر تک میں اس ذکر پر کاربند رہا۔ پھر ہم نے با جماعت نماز عصر ادا کیے تھوڑی دیر بیٹھے رہے جب اٹھا تو شام ہو رہی تھی ہم باہر آ گئے اس دوران میرے باطن میں اس قدر ذوق وشوقِ کامل پیدا ہو گئے تھے جسے میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا اسی کی بنا پر میں خواب غفلت سے پوری طرح بیدار ہو چکا تھا پس دلِ کباب کے ساتھ مستِ خراب کی مانند چل رہا تھا ایام رفتہ اور روز گار گزشتہ پر حسرت کے آنسو بہاتا ہوا یہ کہتا تھا ؎

روز فروشد بکوه شمع و شراب آورید   ساقي هم چون نبات بادهٔ ناب آورید

از لب شیرین او نقل و طبرزد نهید   وز دل بریان من زود کباب آورید

☆ یعنی اے ساقی! دن ختم ہو گیا اور رات آ گئی ہے اب روشنی کے لئے شمع جلاؤ اور شراب ناب لے آؤ ان کے لب شیرین سے مصری (قند وشکر) اور میرے دل بریاں سے جلدی کباب لے کر آؤ۔

اس دن مجھ پر تقلید سے تحقیق کا در وا ہوا اور میں نے جان لیا کہ اس میں بوئے آشنائی موجود ہے۔ ؎

بوی بمن آمد و بد و مست شوم

بوی دیگر اربشنوم از دست شوم

☆یعنی مجھے محبوب کی خوشبو آئی جس سے میں مست ہو گیا ہوں اور اب اگر کسی اور کی خوشبو میں سونگھ لوں تو میں افسوس وندامت سے ہلاک ہو جاؤں گا۔

پس میرے دل سے دوستوں کی محبت ہٹ گئی اور وہ پوری ذوق وشوق کے ساتھ شیخ سے ارادت کی طرف بڑھا جب ارادت کے شرائط بجالایا چند دن ان بزرگوار قدس سرہ، جو اپنے زمانے کے قطب تھے، کی خدمات میں کمر بستہ رہا اور اسی طریقے کو جس طرح کے شرائط اس میں ہیں، اختیار کیا ان کے برکات ہمت اور پرتو نظر کے ذریعے جو مجھ پر پڑی، اس بے نہایت سعادت تک پہنچا الٰہی! الٰہی! الٰہی! اس عزیز کا صدقہ جو اس راہ کے پانے کا ذریعہ بنا، اس ضعیف کو فراموش نہ فرما (آمین)

شیخ عبداللہ کی صحبت

ایک اور پیرومرشد تھا وہ بھی ''شیخ رضی الدین علی لالا'' قدس سرہ کے مریدین میں سے تھا اسے ''شیخ عبداللہ'' کہتے تھے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مجھ پر ایک اور انعام واکرام یہ تھا کہ مجھے وہ پیرومرشد مل گیا ان کا طریق تلقین ذکر بھی مجھے پہنچا آپ ولایت نسا کے کوہستانی علاقے کریستان میں رہتے ہیں چنانچہ ۳۰ سال کی مدت تھی کہ آپ اسی پہاڑی علاقے میں تھے آپ کی خدمت میں چند درویش لوگ بھی تھے ان کے گزارے کیلئے روزی کا ایسا انتظام کیا گیا تھا جس میں کوئی مشتبہ چیز نہیں تھی کیونکہ انہوں نے کچھ پرانے قدیم بیج بچا رکھے تھے جسے وہ اس بے آب وگیاہ زمین میں بو دیتے اس سے جس قدر فصل حاصل ہوتی اسی پر وہ قناعت کرتے تھے اسی طرح وہ وہاں اپنے ہاتھوں سے چکی پیستے اسی پر ان کی زندگی بسر ہوتی تھی۔

کرامات شیخ عبداللہ کریستانی

شیخ عبداللہ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں ایک عجیب کرامت یہ تھی جسے میں نے بچشم خود مشاہدہ کیا ہے کریستان کی ولایت میں ''سرائی'' نامی ایک بستی ہے وہاں اس بستی کے رئیس زادوں میں

سے ایک نوجوان تھا اس کا جسم سخت اور قوت عظیم تھی اتفاقاً اس نوجوان میں جنون ظاہر ہوا چنانچہ ہر شخص کو جو وہ دیکھ لیتا ہلاکت و دہشت کے خوف میں مبتلا ہو جاتا اس کے دل میں زبردست خوف و دہشت بیٹھ جاتی کسی میں بھی اس کا سامنے کی طاقت نہیں تھی چنانچہ بستی کے باشندے اس سے سخت تکلیف میں مبتلا تھے حضرت شیخ عبداللہ قدس سرہ کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اس بستی میں چلے گئے جب اس مجنون جوان کی نظر آپ پر پڑی تو وہ آپ کی تابعدار بن گیا اور اس میں سکون وطمانیت پیدا ہوگئی جب شیخ نے واپسی کا قصد کیا تو وہ نوجوان بھی آپ کے ساتھ اس کوہسار میں منتقل ہوگیا جب تک شیخ زندہ رہا وہ جوان آپکا خادم بنا رہا مسافروں اور زیارت کیلئے آنے والوں کی خدمت کرتا رہتا تھا وہ ان کی خدمت میں اس قدر مستعد تھا کہ اگر بیک وقت بیس مسافر پہنچ جاتے فوراً کام میں جت جاتے ان کیلئے ضرورت کا آٹا پیس لیتے ان کیلئے روٹی پکاتے اور ان کے مویشیوں کو چراگاہ لے جاتے اور خدمت کا جو بھی کام ہوتا وہی نوجوان کرتا تھا۔

وہ نوجوان شیخ کی ارادت میں اس قدر فرمانبردار تھا کہ اگر اسے پانی پینے کی ضرورت ہوتی جب تک شیخ سے اجازت نہ لیتا نہیں پیتا تھا۔ اگر شیخ کی نظر سے ایک دن غائب رہ جاتا تو دس آدمیوں کو مجروح اور زخمی کر دیتا۔ اور اگر شیخ کی خدمت میں ہوتا تو کسی چیونٹی کو بھی اس سے تکلیف نہ پہنچتی بلکہ سب کو اس سے نفع وراحت پہنچتی۔ شیخ عبداللہ قدس اللہ سرہ آپ کو "امیر" کہہ کر پکارتے ان سے مزاح کرتے وہ مجنون جو بھی کہتا شیخ کو پسند آتا کبھی ان سے فرماتے کہ اے امیر! تم اور دوسرے کتنے مر جائیں گے؟ جواب دیتے میں اکیلا مروں گا اور دوسرے ہزار مریں گے ایک دن ان سے کہا کہ امیر! تھوڑا کھاؤ تا کہ تیرا نفس کمزور ہو کر مر جائے" جواب دیا اگر شیخ اجازت دیں تو میں اتنا کھاؤں گا کہ میرا نفس کھانے کے نیچے دب کر مر جائے گا۔ جب بھی شیخ کے پاس بہت سے مسافر پہنچتے۔ جاتے ہوئے وہ شیخ سے کہتے کہ یا شیخ! جائز ہے کہ درویشوں کی اس جماعت کے ساتھ میں توجہ دوں؟ شیخ تبسم کرتے اور

فرماتے ہاں روا ہے تو وہ کہتے کہ شیخ کے کہنے پر میں ان پر ہزار توجہ دیتا ہوں اس قسم کے مطالبے ہوتے ۔ایک عجیب بات تھی کہ جب بھی شیخ ان سے پوچھتے کہ جب میں مر جاؤں گا تو تم کیا کرو گے؟ وہ جواب دیتے جب بھی آپ فوت ہوں گے میں بھی مر جاؤں گا۔ اتفاق بھی ایسا ہی ہوا۔اسی طرح بہت سی کرامات آپ سے نقل ہے۔بالخصوص ولایت نساء اور کریستان میں آپ کے کرامات کی بکثرت روایات ہیں۔

عبداللہ کریستانی نگاہ علی لالا میں

ہمارے شیخ حضرت شیخ رضی الدین علی لالا ان کے حق میں خاص نظر رکھتے تھے چنانچہ جس وقت کہ میں آپ کے زیارت کی نیت سے شہر نساء پہنچا، شمس الدین گنجہ، ایک ایسا مرد تھا جو اطراف خراسان میں علم قرآن میں وہ جیسا کوئی نہ تھا، نے یہ حکایت بیان کی کہ جب شیخ علی لالا نساء پہنچا اور ایک خانقاہ جو روح آباد کہلاتی ہے، میں اترا اس وقت اس ملک کے عوام اور بزرگوں نے شیخ کی زیارت کرنے میں بہت غلو کیا شیخ ایک صفہ پر قبلہ رخ بیٹھے ہوئے تھے اور مجلس میں بہت سے بزرگ تشریف فرما تھے شیخ عبداللہ اٹھا اور تجدید وضو کی غرض سے باہر چلا گیا شیخ انہیں دیکھتا رہا جب وہ نظر سے اوجھل ہو گیا تو شیخ نے حاضرین سے پوچھا کہ ہمارے عبداللہ کو تم کیسے دیکھتے ہو؟ سب نے اکھٹے جواب دیا کہ یا شیخ! وہ درویش عزیز ہیں۔شیخ نے فرمایا ہاں وہ دروش عزیز ہے لیکن تم لوگ بس اتنا جانتے ہو حالانکہ ہمارا یہ عبداللہ، شیخ عبداللہ انصاری کے قائم مقام ہیں قدس اللہ سرہ العزیز!

شیخ عبداللہ شیخ علی لالا کے خدمت میں

حضرت شیخ عبداللہ شروع میں شیخ رشید الدین طوسی کے مرید تھے پھر انہی کے اشارے پر ہمارے شیخ کی طرف منتقل ہوئے تھے۔سبب یہ ہوا کہ کسی دن شیخ طوسی نے انہیں بتا دیا کہ اے عبداللہ تیرے سعادت کی کنجی شیخ رضی الدین علی لالا کے ہاتھ میں ہے جس وقت کہ تم ان کی خدمت

میں ملازمت کروگے جب ان کے آفتاب ہمت کا نور تیرے دل میں پرتو ڈالے گا اور ان کی نظر مبارک کی تاثیر تم میں اثر کرے گا اور ان کی نظر و ہمت کی برکت اس دروازے کو تم پر کھول دے گا اس وقت شیخ عبداللہ شیخ رشید الدین سے وابستہ ہو چکا تھا اور شیخ نے انہیں خلوت میں بٹھا دیا تھا جب آپ خلوت سے نکل آتے ہیں درویش لوگ ان سے کہتے ہیں کہ خلوت میں جو کچھ نظر آیا ہو ہمیں بتائیں آپ خاموش رہتے ہیں کچھ نہیں بتاتے جب وہ بہت زیادہ اصرار کرتے ہیں تو اٹھتے ہیں نعرہ بلند کرتے ہوئے رقص کرتے ہیں اور کہتے ہیں ۔

بی چارہ کسی کہ زر ندارد

از روی نکو خبر ندارد

☆یعنی وہ غریب و بے چارہ ہے جس کے پاس دولت ہو نہ اس کو کسی اچھائی و بھلائی کی خبر ہو۔

اسی حالت میں شیخ رشید الدین اندر پہنچتا ہے اور اس حال کو جان لیتا ہے انہیں آغوش میں لے لیتا ہے اس بات کو جو شیخ کی زبان پر آئی تھی، درمیان میں رکھتا ہے آنسو بہا کر روتا ہے تمام درویشوں پر دلجمعی اور سکون چھا جاتی ہے اور ان میں ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔

ان سے بھی تلقین ذکر اور خدمت پایا جو دو جانب سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ایک اور انعام و اکرام ہے۔ یہاں تک کہ اس کے ذریعے مجھے بہت سے غیبی فتوحات حاصل ہوا اور سلوک راہ میں پوری پوری استحضار ظاہر ہوا۔ الٰہی! نیازمندوں کے نیاز کا صدقہ لاکھوں نورانی تحائف اور نور کی قندیلیں ہماری اور ہمارے مشائخ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان و روح پر نازل ہو (آمین) ہاں! یہاں تک کہ خود آخر کار کہاں جا پہنچے گا؟ انشاءاللہ سوائے بھلائی کے کچھ نہ ہوگا"

<u>آغاز عشق الٰہی</u>

ان کلمات کا مقصد وہاں سے شروع کرتا تھا کہ ہم کہتے ہیں کہ مرید کی نشانی یہ ہے کہ ترک مراد (خواہشات نفسانی و تعلقات دنیوی) اس میں ظاہر ہوں۔ دلیل یہ ہے کہ اس وقت جو اس ضعیف کی ابتدائی حالت تھی جب مرادِ حق ظاہر ہوا کہ میرے قلب کو بدل ڈالے یہاں تک کہ وہ اپنے خواہشات کے مقصود سے رضا کے معبود کی جانب متوجہ ہوں۔ اس وقت مجھ میں حیرانگی پیدا ہوئی کہ خود کو نہ پہچانتا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ کیا ہو گیا ہے؟ بلکہ خودداری کی رعونت مجھ سے کلی طور پر زائل ہو چکی تھی مدہوش کی مانند خودی فراموش کر چکا تھا لہٰذا میں نے کاروبار (معاملات) سے منہ موڑ لیا ایک دن میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے تعجب کے ساتھ مجھے دیکھا اور کہا کہ میں تمہارے معاملے میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچا کبھی میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے دس رنگ بدلتے ہیں اور ہر وقت اپنے سر اور صورت کو آراستہ کرتے ہو کبھی خود کو خرقہ پوش کرتے ہو اور چیتھڑے پہنتے ہو یہ عقلمندوں کا طریقہ نہیں ہے بلکہ اہل تربیت اس حالت سے سزا پاتے ہیں میں اس حال میں نہ جانتا تھا کہ ہمارے پیر و مرشد نے یہ کیا کہا ہے؟ اپنے آپ سے یا کس سے کہا؟ ہے

منکر بودم عشق بتان را یک چند

آن انکارم مرا بدین روز افگند

☆یعنی میں عشق کا کتنا عرصہ منکر رہا؟ آخر کار اس انکار نے مجھے اس حالتِ عشق و محبت میں ڈال دیا ہے۔

بلکہ خود کو غیب و شہادت کے دو عالموں کی سیر کیلئے آنے والا پاتا۔ مجھ میں طاعت کا شوق تھا نہ معصیت کی رغبت تھی سوائے ایک درد کی ٹیس کے جس کی دوا اور مرہم وہی درد تھی۔

عَسٰٓی اَنْ تَکْرَہُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ عنقریب تم اسے ناپسند کرو گے حالانکہ وہی تمہارے لئے بہتر ہے (البقرۃ ۲۱۶)

پس روز بروز یہ درد جتنا بڑھتا گیا مجھ میں ایک نئی زندگی پیدا ہوتی گئی مدہوشی سے ہوش میں آتا

اور حیرت عشق میں بدلتا گیا حالت یہاں تک جا پہنچی کہ میرے سر کے بال بڑھ کر پاؤں تک پہنچ گئے جس نے ایک دن مجھے منہ کے بل گرا دیا ان دنوں مجھے حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر کے خاندان سے ارادت تھی مگر والد اور والدہ کی وجہ سے میں وہاں جا کر بال کاٹ نہ سکتا تھا وہاں سے ایک درویش نور اللہ مرقدہ آیا تھا مجھے اس کے ساتھ تعلق پیدا ہو گیا تھا میں نے ان سے عرض کیا کہ اس نیت کا صدقہ جس نے تجھے شیخ کی تربیت تک پہنچا دیا ہے، میرے سر کے بال مونڈھ لو اس درویش نے میرے عرض کو قبول کیا جب سر کے بال اٹھ گئے تو میری روح اور دل میں ذوق اور دلجمعی و سکون کے ساتھ راحت و آسائش پیدا ہوئی اور وہ تمام گرہ دل سے کھل گئے اور مجھے کلی طور پر طلب مطلوب نے اپنے گرفت میں لے لیا۔

آہ! آہ! ہم تیرے بلائے غم سے دانہ غم کی طرف جا کر گرفتار ہوئے اور خوان کرم کے صلائے وصال والے دعوت سرائے میں نہ پہنچ سکے اے وہ ذات! جو شروع میں اپنے عاشق کے عشق میں عاشق نوازی کرتا ہے اور آخر میں عاشق مسکین اس کے عشق میں جان گدازی کرتا ہے! اے رب! یہ کیا اسرار ہے؟ کہ اس میں کیا سر ہے کہ تیری قربت والے خود کو دور پاتے ہیں؟ اور تیرے آشنا خود سے بے گانہ ہو جاتے ہیں؟ ہاں! وہ ایسی حکایت ہے کہ امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان نو مسلموں کو جو تازہ تازہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے اشارۃً

كُلُّ جَدِيْدٍ لَذِيْذَةٌ ہر نئی چیز لذیذ ہوا کرتی ہے

کے تحت جو اپنے ایمان کی روشنی میں بڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نیاز پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

كُنَّا كَمَا كُنْتُمْ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُنَا جیسے تم ہو ہم بھی ایسے ہی تھے لیکن پھر ہمارے دل سخت ہو گئے۔

برادران دینی اور دوستان حقیقی سے میری گزارش یہ ہے کہ وہ ہمت بلند رکھیں کہ میں آج خود کو مقام

آشنائی سے بیگانگی میں دیکھتا ہوں۔اور اپنے درد کے دارو کو یہ جانتا ہوں اور کہتا ہوں ۔

اول کہ مرا بدام خویش آوردی صدگونہ وفاو کام بیش آوردی

جون دانستی کہ عاشق روی توام بیگانگی تمام پیش آوردی

☆یعنی پہلے مجھے وفاداری اور کام برآری کے ذریعے اپنے دام میں لے لیا جب جان لیا کہ میں تیرے چہرے کا دل سے عاشق ہوں تو پھر بیگانگی و بے نیازی برتنے لگا۔

بیگانگی کی نشانی دوئی ہے اگر میرے دس رنگ نہ ہوتے میری باتوں میں ۱۰۰ رنگ ہرگز نہ ہوتے ایک بات شروع کی پھر بات سے بات نکلتی ہوئی ہزار شاخیں نکل آئیں لیکن میں جانتا ہوں کہ اہل تربیت سے بات کرنے کو امید رکھتا ہے لہذا اس طریقے پر کہ میرے خیالات کا ہراول دستہ قدم آگے بڑھاتا ہے، گیند کی مانند لڑھکتی، دو زبان قلم کی مانند سر کے بل چلتا اور کاغذ پر رقم کرتا ہے۔قصہ مختصر جب مجھے طلب مطلوب نے جھنجوڑا ئی اور قیمتی پوشاک کو میری نظر میں حقیر کر دیا پرانے اور چیتھڑوں کیلئے میری نظر میں زینت ودلچسپی پیدا ہوئی۔

حصول رزق کی انوکھی کوشش

پہلی حکایت کیلئے ایک عجیب سر پیش آیا طریق زہد اختیار کیا اور یہ طے کیا کہ دنیا سے کم از کم چیزوں پر، جو ناگزیر ہوں، گزارا و اکتفا کروں جب اسی پر اتفاق ہوا تو سوچا کہ عمل صالح کی بنیاد ''غذائے صالح'' پر منحصر ہے اسی مناسبت سے دل میں خیال آیا کہ ہر کسی کی غذا میں شبہ کا اظہار ٹھیک نہیں جب فصل اٹھانے کا موسم آیا تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ ''بہتر یہ ہے کہ راستوں میں جن کے ذریعے لوگ اپنا فصل خرمن تک لے جاتے ہیں، گھومنا پھرنا چاہئے وہاں جو خوشے پڑے مل جائیں انہیں اٹھا لیا جائے اس سے جو کچھ بھی حاصل ہو جائے اسی پر گزر بسر کرنا چاہئے'' چنانچہ میں ایسا ہی کرنے لگا میں راستوں میں جاتا جہاں جاتا وہاں خوشے گرے مل جاتے میں انہیں ایک ٹوکری کے

ذریعے جمع کرتا جاتا تھا۔

زیادہ مدت نہ گزری کہ جہاں خوشے پڑے ہوتے وہیں چیونٹیاں جمع ہوتیں اور اپنا حصہ وہاں سے حاصل کرتیں میں اسے نہ اٹھاتا۔ اچانک میرے دل میں یہ بات واضح ہوگئی کہ ''تیرا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ تمہاری زحمت مخلوق سے کم سے کم ہو پس یہ چیونٹیاں جو ضعیف ترین مخلوق ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ان خوشوں سے اپنا حصہ لیں تم انہیں محروم کرتے ہو اور خوشوں کو اپنی ٹوکری میں ڈال لیتے ہو یہ تو ان پر کھلا ظلم ہے'' یہ سوچ کر میں پھر حیرت میں ڈوب گیا اور پھر خود سے کہا کہ ''اگر خوشے اکھٹے نہ کروں تو میں خود محروم رہ جاتا ہوں اگر اٹھاؤں تو وہ محروم رہ جاتے ہیں پس بہتر یہ ہے کہ ہم انصاف سے کام لیں وہ یہ ہے کہ خوشوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں ایک حصہ چیونٹیوں کیلئے وہیں چھوڑ دوں اور ایک حصہ اپنے لئے ٹوکری میں ڈال دوں'' میں اس طرح وقت بسر کرتا رہا اور اس طرح میں نے سخت زحمت اٹھائی آفتاب کے سبب اٹھتے بیٹھتے وقت اپنے اور ان کے درمیان مساوات کا خیال رکھتا۔

مخلوق خدا پر شفقت

ان پر مشقت دنوں میں میرے دل میں یہ خیال بیٹھے

اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفَقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ امر الٰہی کی تعمیل اور خلق خدا پر شفقت نہایت اہم ہے پس یہ کوئی شفقت نہیں کہ خوشے راستوں میں چھوڑ دیں تا کہ چیونٹیاں آئے لوگ انہیں پاؤں کے نیچے کچل کر ہلاک کریں پس بہتر یہ ہے کہ خوشے راستوں میں ڈالنے کی بجائے ان چیونٹیوں کی بلوں میں رکھنا چاہئے بلکہ خوشوں سے دانے نکال کر دانے بلوں میں ڈالنا چاہئے تا کہ وہ دانے نکالنے کی زحمت سے بچ جائیں'' جب اس پر عمل کرنے لگا تو میری زحمت اور بھی بڑھ گئی مگر حاصل اور بھی کم! اس لئے مجھے دھوپ میں زیادہ وقت ٹھہرنا پڑتا تا کہ میرا مقصد بھی حاصل ہو۔

چیونٹیوں پر شفقت

اتفاقاً ایک دن میں چاہتا تھا کہ خوشوں کو دونوں ہاتھوں میں مسل کر دانے نکالوں ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک چیونٹی میرے ہاتھوں کے درمیان آ کر زخمی ہوگئی اور چلنے پھرنے سے معذور ہوگیا۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں شدید رنج پیدا ہوا اور ''جان لیا کہ تیز جلا دینے والے دھوپ کو اسے حرکت دینے اور دھوپ سے بچانے کا کوئی اختیار نہیں اب یہ چیونٹی ایک جگہ سے دوسری جگہ جا نہیں سکتی یقیناً جلا دینے والے دھوپ سے یہ متاثر ہوگی جس کی وجہ سے اسے رنج اور تکلیف پہنچے گی اس کا رنج اٹھانا میرے لئے گناہ کا سبب بن جائے گا'' پس پھر میں نے یہ سوچا کہ ''اس سے بہتر کچھ نہیں کہ چیونٹیوں کا بل تلاش کروں اور اسے وہاں چھوڑ دوں'' یہ ایک عجیب حال تھا کہ ہر وقت ان کے بل ہر طرف نظر آتے اس روز پورے علاقے کو چھان مارا ہر گھاس پھونس اور خار و بن کو دیکھ ڈالا کوئی بل یا رہنے کی جگہ یا قرار گاہ نہ مل سکی جب میں بل ڈھونڈنے سے عاجز آ گیا تو اس چیونٹی کو غمناک و حزین ہتھیلی پر رکھ لیا اس وقت میں رقت سے رو پڑتا یہاں تک کہ مجھے خیال آیا کہ یہاں چند ڈھیلے جمع کروں اس کیلئے ایک سائبان والی جگہ تیار کروں تا کہ دھوپ اسے ہلاک نہ کر دے۔

ارادت، معرفت اور محبت

المختصر! حکایت لمبی ہوگئی یہ شفقت ہے جو ارادت کے ضمن میں ودیعت ہے اس میں ایک عجیب سر ہے یعنی پہلے محبت ہوتی ہے کہ آدمی کو معرفت کے واسطے ارادت کا تقاضا کرتا ہے۔ پس جس طرح ارادت ثمرہ محبت ہے، معرفت ثمرہ ارادت ہے جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی بندے کے دل میں ارادت کا تجلی ڈالے تا کہ بندہ (مرید) ارادت حق کا ارادہ کرنے والا بن جائے جب مرید ارادت حق والا بن جاتا ہے ارادت حق بندے کو مراد کا تقاضا کرتا ہے اور مراد محبوب ہوتا ہے محبوب محبّ کا تقاضا کرتا ہے اور اس کا ایک سر یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیب اللہ ہیں یہاں یہ معلوم ہوجاتا ہے اور یہ سر بھی کہ

لَوْلَا کَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَ فْلَاکَ اگر آپؐ نہ ہوتے تو افلاک پیدا نہ کرتا۔

آپ کی شان اس سے ظاہر ہوتا ہے یعنی آپ کی پیدائش کا ارادہ معرفت ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہتا تھا کہ جانا جائے جیسا کہ مناجات داؤد علیہ السلام میں آتا ہے کہ آپ نے عرض کیا کہ اے رب مخلوق کو کس لئے پیدا کیا ہے؟ فرمایا۔

یَا دَاؤُدُ ! کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرِفَ	اے داؤد ! میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ جانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا تا کہ جانا جاؤں۔

ایک اور روایت میں فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرِفَ میں نے ارادہ کیا کہ جانا جاؤں۔آیا ہے پس کمال معرفت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوا لہذا افلاک کی تخلیق کا مقصود آپ ہیں کہ

لَوْلَا کَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَ فْلَاکَ اگر آپ نہ ہوتا تو افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

پس جس طرح ازل میں بھی کہ محبت حق کی صفت نے معرفت ارادت کا تقاضا کیا، سب سے پہلے روح پاک محمدؐ موجود تھی جو اشارت کُنْ ہو/بن جا کے ذریعے وجود میں آیا جیسا کہ فرمایا ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِیْ اللہ نے سب سے پہلے میری روح کو خلق فرمایا۔

اسی لئے خلعت معرفت آپ کی قد کے سوا کسی پر درست نہ آئی اور اسم محبت آپ کے نام کے سوا کسی پر نہ لگا جیسا کہ کہتے ہیں کہ

مُحَمَّدٌ حَبِیْبُ اللّٰهِ محمد اللہ کا حبیب ہے۔

اب دیکھو بات کہیں سے کہیں جا پہنچتی ہے۔پہلی گفتگو کیلئے وہی سر شفقت ہے یعنی جس طرح کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حق میں آپ کی محبت زیادہ ہے اسی طرح امت کے حق میں آپ کی شفقت زیادہ ہے جیسا کہ آپ کے دندان مبارک توڑ دیتے ہیں پھر بھی آپ فرماتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔

ایک اعتراض کا جواب

یہاں کوئی سوال کرسکتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ ارادت محبت سے ہے ہم دیکھتے ہیں کہ کفار جن کا کفرارادۂ حق سے باہرنہیں ہے لہذا حق سبحانہ وتعالیٰ انہیں اوران کی کفرکو دوست نہیں رکھتے جیسا کہ فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ (آل عمران ۳۹) اوراللہ کفارکودوست نہیں رکھتا۔

یہ خودسائل کیلئے غورکرنے کی جگہ ہے لیکن جان لے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جس طرح صفات لطف اورقہر ہے، جوچیز وہم وفہم میں آتی ہے ان دونوں صفات سے باہرنہیں ۔پس جس طرح کہ صفات لطف الٰہی راحت ورحمت کا تقاضا کرتا ہے اس طرح صفت قہر بھی جبروقہر کا تقاضا کرتا ہے پس جوکچھ سائل کے ذہن میں آتا ہے کہ کفار کا کفرارادت حق ہے یہ ایسا ہی ہے وہ یوں کہ کفار کے کفرکیلئے ان میں کفرکا شوق پیدا کرنا ارادت حق کے صفات قہر سے ہے تا کہ ان کی کفرکے ذریعے صفات قہر کا اظہار ہوپس یہاں پر کفراظہار صفات قہر کا ذریعہ ہے اور قہار جب چاہتا ہے کہ صفات قہر کا اظہار کرے وہ جوروقہر اور دار وگیر کوپسند کرتا ہے تا کہ اسی صفات سے اس کی پہچان ہو۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ (الحاقة ۳۰،۳۲)	اس مجرم کوپکڑو، باندھ لواورجہنم میں جھونک دو اور پھرستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑھ لو

اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ اس کی پیدائش سے ارادت معرفت ہے اوراللہ سبحانہ وتعالیٰ کومعرفت پسند ہے اگروہ اپنے صفات قہر کا اظہار نہ کرتے تو صفات قہر کے ذریعے اس کی معرفت نہ ہوتی پس اس نے پسند کی کہ صفات قہر کے ذریعے اس کی شناخت ہواس لئے صفات قہر کا اظہار کیا۔صفات قہرالٰہی کے ارادتِ اظہار نے کفار میں کفر کی خواہش پیدا کرنے کا تقاضا کیا پھر کافر کے کفرنے صفات قہر الٰہی کے اظہار کا

تقاضا کیااور اظہار صفات قہر الٰہی نے معرفت کا تقاضا کیا پس معرفت نے محبت کا تقاضا کیا۔یہ ہے کفار کے کفراور اس کے ارادت محبت کی ضمنی باتیں۔واللہ اعلم

مصنف کا لباس فقر

اما دلیل، جو ہم نے کہا ہے مرید وہ ہے جو اپنے نفسانی آرزؤں سے منہ موڑلے، یہ ہے شروع میں اس ضعیف میں درد طلب حق کی تحریک پیدا ہونے لگی میں گلیوں میں پھرتا لوگوں کے پھینکے ہوئے پرانے کپڑوں کے ٹکڑے چنتا انہیں اچھی طرح دھولیتا اور اپنے لباس پر سی لیتا اس وقت صوفی کا لباس مجھ تک پہنچا جب یہ حدیث جوہر لطیف، مجریٰ رسالت عنصر فتوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مجھ تک پہنچا تھا کہ

صَاحِبُ الْقَمِيْصَيْنِ لَا يَجِدُ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ دو قمیصوں کا مالک حلاوت ایمان سے محروم رہتا ہے اس ضعیف نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت میں کم وبیش دس سال تک صرف ایک لباس بنا رکھا۔جب بھی پھٹ کر اس میں سوراخ بن جاتا کپڑے کا ایک ٹکڑا وہاں پیوند لگا لیتا پس وہ لباس دس سیر کے قریب بھاری ہو گیا اتنی لمبی مدت میں میرے نفس کو نئے کپڑے کی ہرگز خواہش نہ ہوئی۔

وہ لباس مجھ سے بہت زیادہ صحبت رکھ چکا تھا اور میں اس میں ذکر، فکر، خلوت اور عزلت میں مصروف رہا تھا میرے بعض درویش نے جو مجھ سے حسن عقیدت رکھتے تھے، اسے بھی ذاکر پایا تھا لہٰذا وہ اسے ''خرقہ ذاکر'' کہتے تھے ابھی یہ خراسان میں موجود ہے ہمیشہ میرا دل اس خرقہ کو دیکھتا ہے اور وہ عزیز جن کے پاس یہ خرقہ ہے اس نے اسے ذلیل کر دیا ہے اگر چہ اس ضعیف کے باطن کا تقاضا پورا ہو گیا ہے لیکن انشاء اللہ ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ درویش وہ ہے جو کرامات ظاہر نہیں کرتا اور خرقہ کی تذلیل نہیں کرتا۔ اپنے خواہشات اور آرزؤں سے روگردانی کرنا تجلی ارادت کے ضمن میں ودیعت ہے یہاں بھی ایک عجیب سر ہے جس کی لمبی تشریح وتوضیح ہے اور اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

ایک دفعہ میں اسی لباس میں سنت موسوی کے تحت خلوت میں بیٹھا ہوا تھا درویشوں کی جماعت نے جو مجھ سے شفقت رکھتے تھے، میرے لئے ایک نیا لباس تیار کرلیا تھا میرے ان دوستوں میں ایک عزیز تھا جو اخی محمد ابراھیمان فارسانی کہتے ہیں اللہ سبحانہ اللہ وتعالیٰ انہیں مزید دولت دین سے نوازے اور مجھے ان درویشوں کی خدمت میں جو عراق وخراسان میں مقیم ہیں، ایک بار پھر پہنچائے (آمین) وہ اس لباس کو خلوت خانے کے دروازے پر لے آئے اور کہا کہ اسے پکڑو اور پہن لو میں نے اسے قبول کیا اور کہا یہ درویشوں کی جانب سے خلعت فاخرہ اور مہربانی ہے مگر جب اس لباس پر پہلی بار نظر پڑی تو منحوس نفس کو وہ بہت پسند آیا۔ میں نے جان لیا کہ میرے ظاہر نے اس میں آرام پایا جبکہ باطن نے اس سے منہ موڑلیا ہے کیونکہ اس سے پہلے نفس کو ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس وجہ سے میرے دل پر قبض کی کیفیت طاری ہوئی اور میرا دل اس سے رنج میں پڑ گیا بلکہ درویش کی مہربانی نے میرے دل کو زخمی کردیا پس اس رنج تلے میں نے خلوت خانے کے دیوار کی طرف ٹوٹے دل کے ساتھ رخ کیا اور یہ کہتے ہوئے رویا ۔

دریغا روز برنای که با یار آشنا بودم

هوس بازی ندانستم زدست ِغم رها بودم

مرا ازمحفل ِمستان بصد زاری برون کردند

نه از بخلی معاذ الله مگر من ناسزا بودم

مسلمانان بمستوری میاز ارید مستان را

بتر سید ازقضای بد که من هم پارسا بودم

☆یعنی افسوس! بیتے دنوں میں میں محبوب کا ہم نشین تھا ہوا وہوس نہیں جانتا تھا اور دست غم سے آزاد تھا لیکن افسوس مجھے مستوں کی محفل سے بصد زاری نکال باہر کردیا یہ محبوب کے کسی بخل کی وجہ سے نہیں

بلکہ میرے اپنے کرتوت کی بناء پر تھا اے مسلمانو! ہمدردی اور دینداری کے پردے میں مستوں کو تنگ مت کرو قضای بد سے بچو! میں خود بھی کبھی پارسا ہوا کرتا تھا۔

ایک مدت بعد میرے دل میں یہ الہام آیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک گندے پانی کے قطرے سے اس خوبصورت شکل وصورت کو وجود میں لایا ہے اور اسے انواع زینت جیسے آنکھ، منہ، ابرو، اور چہرے سے مزین وآراستہ کیا ہے تا کہ اہل عالم اس کی حکمت کے صنائع وبدائع میں اور قدرت کے عجائب وغرائب میں غور وفکر کریں اور جان لیں کہ ان کیلئے ایک قدرت والا قدیم اور صانع (بنانے والا)اور عالم ہے اگر بندہ بھی اس مصور وجود انسانی کی جو عالم غیب وشہادت کا مسودہ ہے، تھوڑے سے لباس سے جو اسے آراستہ کرے، مدد کرے تا کہ وہ اس سے مزین ہو اس میں کوئی ہرج نہیں ابھی اس وقت میرے لئے الگ معاملہ بن چکا ہے یعنی اگر اسے کوئی پرانا لباس دے تو وہ ناز کرتا ہے اور اگر نیا دے تو خوش ہوتا ہے اپنے آپ کو ہر طرح کی بدگمانوں اور فضول باتوں میں مشغول نہیں کرتا ہے

جون نتوا نم که باغمت باز نهم

هر ج از تو بمن رسد بجان با زنهم

☆یعنی اے محبوب! تیرے فکر وغم سے میں باز نہیں آسکتا اگر تم سے کوئی خلل واقع ہو تو میں دل وجان نچھاور کرنے سے باز نہ آؤں گا۔

<u>مناجات</u>

الٰہی! تیری الوہیت کی جو حال تھی، قال میں آگیا ہے، میرے لئے وبال جان نہ بنائے، میرے اس سرگزشت کی لباس کو رعونت وریا کاری کے پیراہن سے بچائے، تیری عظمت کبریا اور سلطنت جلال کا واسطہ نبی مختار، ان کی آل اخیار کا واسطہ! اپنے سے اور مخلوق سے مجھ کو الگ تھلگ نہ فرما (آمین)اہل مطالعہ مجھے معذور سمجھیں کہ میری باتیں ہر گلی اور ہر رخ سے پیش آتی ہیں لیکن یہ خوان یقینی

خزانہ سے پہنچتا ہے اس لئے یہ فائدہ سے خالی نہیں ہے ۔

سخن آن به که بی هوا باشد　　بات وہی بہتر ہے جو بے لوث ہو۔

اگر ظاہری حال میں کوئی ریا پیش آئے اور اس کا پیش آنا بھی رائے حق سے باہر نہیں ہوگا

ہے ۔

سخن کز بهر حق گوئی چه عبرانی چه سریانی

مکان کز بهر حق جوئی چه جابلقا چه جا بلسا

☆یعنی تم بات حق کیلئے بولو زبان عبرانی یا سریانی یا کوئی بھی ہو اسی طرح حق کیلئے جگہ ڈھونڈو جگہ جابلقا یا جابلسا یا کوئی بھی ہو۔

عشق و محبت الٰہی

اب ہم مقصود پر واپس آتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طلب آدمی کو خواہشات اور نفسانی آرزؤں سے ہٹا دیتا ہے اور اس کے دل میں محبت وشفقت پیدا کرتا ہے جب آدمی اپنے خواہشات سے پھر جاتا ہے تب وہ مرید حق بنتا ہے یہ خود عجیب لطیفہ ہے یعنی بندے کی آرزو اللہ سبحانہ کے آرزو کا غیر ہے جب اللہ اپنے صفت مراد کے ذریعے بندے پر تجلی ڈالتا ہے تب بندہ مرید حق بنتا ہے پھر وہ غضب وشہوات کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ یہ دونوں اخلاق مذمومہ کی جڑ ہیں جب یہ دونوں دور ہو گئیں تو شہوت محبت میں اور غضب غیرت میں بدل جاتی ہیں پس محبّ میں محبوب کا تقاضا پیدا ہوتا ہے اور غیور میں غیرت اور پیچھے رہ جانے پر حسرت وافسوس دامن گیر ہوتا ہے طالب مسکین کو گناہ کا غم بے چین کر دیتا ہے اس وقت طالب عشق الٰہی مستی عشق کے ذریعے معصیت سے پاک ہو کر فریاد کرتا ہے اور وہ آہ بھرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہے ۔

وا فریادا ز عشق وا فریادا　　کارم بیکی طرفه نگار افتاده

گر داد دھد یار مرا خود دادا　　ورنہ من و عشق و ھر چہ بادا بادا

☆یعنی فریاد! عشق سے فریاد! ۔فریاد! عشق سے فریاد! ۔میرا معاملہ ایک حسین و جمیل محبوب سے پڑ گیا ہے اگر میرا محبوب انصاف کرے تو ٹھیک ورنہ میں اور عشق جو ہو سو ہو۔

بعد میں وقت یہ ہو جاتا ہے کہ ملائک ان کی طرف بڑھتے ہیں۔

كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ　　ہر چیز آخر کار اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہیں

اوران کے ہاتھ پر جو ولایت کے شہزادے ہیں، بیعت کرتے ہیں پھر وہ لشکر شیاطین کے مقابلے کیلئے نکلتے ہیں اوران کو مغلوب و مقہور بنا دیتے ہیں ان کے شر کی جڑوں کو زمین بشریت سے منقطع کر لیتے ہیں شہر جسم میں ملک و ملک داری کے تخت سلطنت پر روح و قلب کو بٹھا دیتے ہیں پھر وزیر عقل مصروف ہو جاتا ہے اور جس چیز کو معقول نہیں پاتا اس میں مشغول نہیں ہوتا اوران باتوں کو بھی جو مملکت بادشاہ کی نقصان سے تعلق رکھتے ہیں، اس کی بارگاہ میں راستہ نہیں دیتے۔اس وقت ہر افعال، اقوال، حرکات اور سکنات جو وجود میں آتے ہیں، کو شریعت کے ساتھ موازنہ کرتا ہے جسے شریعت کے مطابق نہ پائے یا قانون طریقت جو سر شریعت ہے، کے موافق نہ ہوں، سب کو ممنوع قرار دیتا ہے کیونکہ عقل کیلئے حقیقت وصول میں کمال کی جانب ترقی ہے۔

قلب و روح کی فرمان روائی

یعنی جس قدر یہ دونوں بادشاہ یعنی قلب اور روح ولایت بشریت پر غالب ہوتے ہیں نفس اور شیطان کے لشکر مغلوب و مقہور ہو کر رہ جاتے ہیں جس قدر نفس اور شیطان ان سے مغلوب و مقہور رہتے ہیں ولایت غیب میں ان کے آثار سلطنت ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح وزیر عقل کو بھی ان مصالح کی انجام دہی اور اوامر کو جاننے کی وجہ سے ولایت غیب میں ترقی ملتی ہے اور ولایت غیب میں آثار سلطنت کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے جس قدر ولایت غیب میں ان کی آثار سلطنت کے قوت اظہار میں اضافہ ہوتا

ہے شریعت محمدی اور متابعت سنت نبوی کے ذریعے اللہ سبحانہ کے عشق کی نورانی پرتو مرد پر غالب آتا ہے جس قدر عشق الٰہی مرد پر غالب آتا ہے آدمی عشق کے ذریعے اللہ سبحانہ پر عاشق ہوتا چلا جاتا ہے اور جس قدر وہ معشوق کے نزدیک سے نزدیک تر ہوتا جاتا ہے غیر اللہ دور سے دور تر ہوتے چلے جاتے ہیں چنانچہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

اگر روا بودی که بغیر حق کسی دیگر را دوست داری ابابکر را دوست داشتمی اگر غیر حق کو دوست رکھنا ہوتا تو ابوبکر کو دوست رکھتا۔

جتنا عقل اتنا عشق

اسی طریقے پر جوہر عقل اپنی اصل میں جس قدر کامل ہوتا ہے اسی قدر عشق بیشتر ہوتا ہے اور جس قدر عشق بیشتر ہوتا ہے مرد عاشق تر اور جس قدر مرد عاشق تر ہوتا ہے وہ معشوق سے نزدیک تر ہوتا ہے ۔

گر عشق نبودی و غم عشق نبودی چندین سخن نغز که گفتی که شنودی؟

گر باد نبودی که سر زلف ربودی رخسارۂ معشوق بعاشق که نمودی

☆یعنی اگر عشق اور غم عشق نہ ہوتا ایسی قیمتی اور اتنی عمدہ باتیں کون کہتا اور کون سنتا؟ اگر زلفِ سر کو اڑانے والی ہوا نہ ہوتی تو رخسارۂ معشوق عاشق کو کون دکھاتا ؟

جاذبۂ حق

یعنی جذبہ الوہیت کی ہوا جو عمل ثقلین سے زیادہ بھاری ہے، اگر وہ ہوا نہ ہوتی عمل ثقلین کسی کو اللہ سبحانہ تک ہرگز نہ پہنچا سکتا اور جمال الٰہی کا مشاہدہ ہرگز نہ کرسکتا اس لئے یہ ہوا عمل ثقلین سے زیادہ بھاری ہے۔

جَذْبَةٌ مِّنْ جَذْبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِيْ عَمَلَ الثَّقَلَيْنِ	جذبات حق کا ایک جذبہ عمل ثقلین کے برابر ہے

لیکن ہم اس دلیل پر کہتے ہیں کہ جہاں عقل بیشتر ہو وہاں عشق بیشتر ہوتا ہے اور جہاں عشق بیشتر ہو وہاں معشوق نزدیک تر ہوتا ہے یعنی کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاقل ترین مخلوق ہیں جب آپ عاقل ترین مخلوق ہیں تو آپ عاشق ترین کل موجودات ہیں جب آپ عاشق ترین کل موجودات ہیں تو آپ برگزیدہ ترین، مقرب ترین اور محبوب ترین مخلوقات ہیں۔

عشقِ دائمی ہو

ہاں اے عزیز! جس قدر سالک میں عشق بیشتر ہو اس میں اللہ سبحانہ کی درد طلب بیشتر ہوتا ہے جس قدر اللہ سبحانہ کی درد طلب بیشتر ہو اسے مطلوب میں درد کی دوا مکمل تر اور کمال معرفت میں نزدیک تر ہوتا ہے درد عشق سے محروم عاشق اپنے عشق میں ناقص ہوتا ہے کامل نہیں ہوتا جب اس کا عشق ہی کامل نہیں ہے اس کا معشوق کی طلب دائمی نہیں ہوتی جب تک معشوق کی طلب دائمی نہیں ہوتی اس کا فراق وصال تک نہیں پہنچتی کیونکہ دائمی طلب جلد بازی سے بہتر ہوتی ہے کیونکہ اس میں مداومت نہیں ہوتی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَدْوَمُھَا وَ اِنْ قَلَّ بہترین امر وہ ہے جو دائمی ہو خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

شاعر بھی اسی معنی میں کہتا ہے ؎

عشق بی درد ناتمام بود کز نمک دیگ را طعام بود

نمک این حدیث درد دل است عشق بی دردِ دل حرام بود

☆ یعنی درد سے خالی عشق ناقص محبت ہے نمک سے کھانا کھانے کے قابل بنتا ہے عشق کا نمک درد ہے درد سے خالی عشق حرام ہے۔

یہاں عشق بھی اس کے حروف یعنی ع، ش اور ق (عشق) سے جب تک باہر نہ نکلے اسی طرح ذکر بھی لباس ا، ل، اور ہ (اللہ) سے باہر نہ نکلے (اور حقیقت میں رنگ نہ جائے)، دل پر تو نور سے

بے نصیب رہتا ہے یہ ایک عجیب حال ہے اس آشنا روبے گانے کو اس بات پر، جس کی شرح ممکن نہیں ہے، یہ دعویٰ ہے کہ اس میں شروع کرتا ہے اور یہ دیوانہ بے نوا اپنے آپ کو ہلاکت کے میدان میں ڈال دیتا ہے اور اشارہ

اَلصُّوْفِیُّ اِبْنُ الْوَقْتِ صوفی وقت کا پابند ہے"

کے تحت وہ ہر وقت ایک کلمہ پڑھتا رہتا ہے الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں آلودگیوں پر نظر عنایت ڈال تا کہ یہ روح سخن جو اسلام کی حقیقت میں جاتی ہے، صرف ظاہری عبارت سے کفر میں نہ پڑے وہ بات عاشق و معشوق ذاکر و مذکور کی اور فراق سے وصال تک پہنچنے کی ہے۔

دل میں آتش عشق

پس جان لے کہ عشق ایک آگ ہے اسے ارباب طریقت آتش عشق کہتے ہیں اسی طرح ذکر بھی آگ ہے جسے آتش ذکر کہتے ہیں۔ پس یہ دونوں آگ ہر ایک کیلئے اس کے مناسب نور ہے چنانچہ سالک ان میں سے ہر ایک کے درمیان فرق کرسکتا ہے پس محال جانو کہ دل کے سوا کوئی اور بھی اسکا محل ہوسکتا ہے لیکن اس کی تشریح مثالوں کے بغیر درست نہیں ہوتی کیونکہ امثال اقوال کے چراغ ہوتے ہیں جس سے بات روشن اور واضح ہوتی ہے یہ مثال کہ عشق اسم ہے تو اس کیلئے مسمی ضرور طلب کرنا چاہیے اور مسمی غیر اسم نہیں ہوتا۔ بس اسی تقریر کی بناء پر اسم عشق مثال میں ایک مشکوٰۃ (چراغدان) ہے جس میں ایک چراغ رکھا ہوا ہے اسی پر ذکر کو قیاس کریں۔ ان دو مشکوٰۃ یعنی عشق اور ذکر کو خانہ موضوع میں تقسیم کریں جب تک یہ دونوں چراغ مشکوٰۃ کے اندر گھرے رہیں گے ضرور ان کا خانہ قلب ان کے نورانی پرتو سے محروم رہیں گے لیکن جب مشکوٰۃ کا وجود وہاں سے ہٹا لیں گے اور چراغ کو درمیان میں لے آئیں گے تو ان کے نورانی پرتو سے خانہ قلب منور ہو جائے گا۔

یہاں سے وہ بھی جو نار عشق اور نار ذکر ہیں، جب تک کوئی ہستی نور سے اپنے آپ کو دیکھتا ہے

تو یقیناً وہ اپنے نور سے نور معشوق اور نور مذکور کو نہیں دیکھ سکتا لیکن وہ گمان یہ کرتا ہے کہ نظر آنے والا ہی اس کا مقصود و مطلوب ہے ۔

نہ می خوردہ نہ درخرابات شدہ

برخواندہ قبالہ زری مات شدہ

☆یعنی مے خوری کی نہ میکدے میں گیا بلکہ کسی پڑے ہوئے کاغذ پر بازی ہار بیٹھا لیکن دعوی عشق و محبت کا کرتا ہے۔

اس وقت اپنے ناز و نخرے کی بناء پر اللہ سبحانہ کی نیازمندی چھوڑ دیا اور مجازی استغنٰی میں پھنس گیا ہے جلد ہی وہ عاشق ناتجربہ کار اللہ سبحانہ سے مل جائے گا اور بول اٹھے گا ۔

نگارا! درست سودای مانیست

ترا از ناز خود پروای مانیست

☆یعنی اے محبوب تمہارے دل و دماغ میں ہمارا کوئی خیال نہیں اور اپنے ناز و نخرے کے سوا تمہیں ہماری کوئی پرواہ نہیں ۔

<u>عشق حقیقی میں نور حق</u>

یہ اس سبب سے کہ وہ خانہ قلب کی تنگی میں گرفتار ہوتا ہے آفتاب ربوبیت کی وسعت سے وہ بے خبر ہے یہاں بھی دل کو حروف دا ورل (دل) کی لباس سے باہر نکل آنا چاہئے تا کہ ذاکر کا نور ذکر اور عاشق کا نور عشق اپنی انانیت کے ترک کرنے کے ذریعے انا سے نجات پائے گا اور خود کو نور مذکور اور نور عشق سے وصال پا کر فراموش کرے گا۔

اس کیلئے بھی ایک مثال ہے وہ مثال یوں ہے کہ جیسا کہ چاشت کے وقت کسی تاریک کمرے میں کوئی چراغ جل رہا ہو جب تک کمرے کے درمیان میں چراغ دھرا رہے گا کمرے کی تاریکی میں

چراغ خود کو دیکھے گا اور اپنے نور کا مطالعہ کرے گا لیکن چاشت کے وقت چمکتے ہوئے سورج کی روشنی سے بے خبر ہوگا جونہی کمرے کا وجود ختم ہو جائے گا چراغ آفتاب کی روشنی میں اپنا وجود تک نہ پائے گا اور وہ جان لے گا کہ اس کی روشنی حجاب خانہ کی وجہ سے ہے جب وہ حجاب ہٹ گیا نور آفتاب میں اس کی روشنی بے نور ہو کر رہ گئی ہے پس اسی طرح اللہ سبحانہ کی نور آفتاب طبقہ بشریت کے ھفت اقلیم اور آسمان روحانیت پر چھایا ہوا ہے کہ

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور۳۵) اللہ ہی زمین و آسمان کے نور ہیں۔

بلکہ ۱۸ ہزار عالموں پر اس کا نور چھایا ہوا ہے ہاں جو شخص اپنی ہستی کا محبوب ہو جب بھی وہ اپنی ہستی سے باہر نکل آتا ہے صرف اللہ سبحانہ باقی رہ جاتا ہے اور باقی کچھ نہیں ہوتا۔

در رہ عاشقی دلی باید

کو منزہ زدال و لام بود

☆ راہ عاشقی میں وہ دل کام آتا ہے جو حقیقی دل ہو اور وہ دال اور لام (ظاہری دل) سے منزہ و پاک ہو۔

غیر اللہ سے دل کا تخلیہ

اب ہم پھر آسمان روحانیت کے طبقات اور زمین بشریت کے طبقات کی جانب واپس آتے ہیں چاروں نفس یعنی نفس امارہ، نفس لوامہ، نفس ملھمہ اور نفس مطمئنہ کی تشریح کی جا چکی ہے ان چاروں میں سے ہر ایک میں چار خاطر (خیالات) یعنی خاطر نفسانی، خاطر شیطانی، خاطر قلبی، اور خاطر ملکی ہیں مگر نفس ملھمہ میں جس میں دو خاطر یعنی ملکی و شیطانی سے زیادہ نہیں۔ کبھی یہ دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں ہوتے ہیں چنانچہ ملکی قلبی قلب کی صفات اور شیطانی نفس کی صفات میں بدل جاتے ہیں وہاں معلوم ہوتا ہے ان خواطر مختلفہ میں سے باقی ماندہ ہر ایک سے ہزاروں خواطر پیدا ہوتے ہیں پس ان تمام خواطر کے جملہ اصول (اصل) و فروع (شاخیں) سب طریقت کے منافی ہیں جب تک یہ بندے

سے دور نہ ہوں بندہ آزاد نہیں ہوتا جب تک بندہ آزاد نہیں ہوتا وہ بندہ حقیقی نہیں بنتا۔

اس معنی میں ہمارے شیخ مجد الدین بغدادی قدس اللہ سرہ نے یہ شعر فرمایا ہے

آن را که بود ز بندگی آزادی

غمگین نبود از غم و شاد از شادی

از حضرت عزت که نظر گاه دل است

باز افتادی بهر چه باز افتادی

☆یعنی کوئی آدمی بندگی سے آزادی پا جائے تو وہ دنیا کی خوشی سے خوش اور غم سے غمگین نہیں ہوتا اور وہ اللہ سبحانہ سے جو نظر گاہ دل ہے، دور جا پڑتا ہے۔

یعنی جب تک بندہ غیر اللہ کو دیکھتا ہے اور اس کی التفات نظر اسے غیر اللہ کی طرف کھینچتی ہے، محبوب اس کی بندگی ہے خواہشات اور اللہ سبحانہ دونوں کا مشترکہ ہے کیونکہ اس کا قلبی میلان کبھی اس طرف ہوتا ہے کبھی دوسری طرف جس وقت ایسا ہو تو ذاکر کا قول ذکر الٰہی میں حق اور غیر حق کے درمیان فرق نہیں کرتا کیونکہ ایسی حالت میں ذاکر جس طرح حق سبحانہ کو یاد کرتا ہے بالکل اسی طرح وہ غیر اللہ کو بھی یاد کرتا ہے پس وہاں یہ لازم آتا ہے کہ ذاکر کا ذکر اللہ سبحانہ اور غیر اللہ کے درمیان مشترکہ ہے۔ اس طرح اس کا دل مجازی ہے حقیقی دل نہیں۔

حقیقی دل و دماغ

حقیقی دل وہ ہے جس میں اللہ سبحانہ کے سوا کسی کی یاد نہیں ہوتی۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد ۲۸)   خبردار! کہ ذکر اللہ سے دلوں کو طمانیت ملتی ہے

دل یکی منظر یست ربانی   خانه دیور اچه دل خوانی؟

آن بود دل که وقت پیچا پیچ   جز خدا اندرو نیا بی هیچ

☆ یعنی دل نظر گاہ اللہ سبحانہ ہے غیر اللہ کی یاد والا دل تو شیطان کا مسکن ہے اسے دل کون کہے گا؟ دل وہ ہے جس میں کشمکش کے وقت اللہ سبحانہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔

یہاں سے ہے کہ بعض مشائخ کہتے ہیں کہ

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَعَ بَقَاءِ نَفْسِهٖ فَهُوَ مُشْرِكٌ بِاللّٰهِ جو آدمی اپنی انا کو برقرار رکھتے ہوئے لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے، وہ مشرک ہے۔

دل خالی کیئے بغیر عمل صالح

کسی دن میں نے نماز مغرب میں یہ آیت پڑھی

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکہف ۱۱۰)	کہئے کہ میں تمہاری مانند ایک بشر ہوں مجھ پر وحی ہوتی ہے کہ تمہارا الہ صرف ایک ہے۔

یہاں تک کہ میں

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا (الکہف ۱۱۰)	جو اپنے رب سے ملاقات چاہتا ہو اسے عمل صالح کرنا چاہئے اور کسی کو بھی عبادت کے وقت شریک نہیں ٹھہرانا چاہئے۔

پر پہنچا اس آیت سے ایسی عظمت اور دہشت میرے دل پر حاوی ہوئی کہ یہ ڈر پیدا ہوا کہ میری روح جسم سے نکل جائے گی۔ ہاں! اے عزیز! اگر تم جوان مرد ہے تو انصاف کرو کہ یہی انصاف کی جگہ ہے کیونکہ اس آیت کے ضمن میں ایسا معنی سامنے آتا ہے اور دل میں اللہ سبحانہ سے ایسا اشارہ ملتا ہے کہ ڈر یہ ہے کہ ڈر کے مارے جگر یا قوت خون نہ بن جائے۔ یعنی اہل تحقیق کو اس آیت کی حقیقت میں معلوم ہو جاتا ہے کہ عمل صالح کیا ہے؟ فرماتا ہے کہ جو ہماری ملاقات چاہتا ہو اسے کہئے کہ عمل صالح کرے عمل صالح وہ عمل ہے جس میں کوئی فساد واقع نہ ہوا ہو پس عابد کا عبادت کے دوران اللہ سبحانہ کو یاد کرنے کے ساتھ

ساتھ غیر اللہ کو بھی یاد کرنا عبادت الٰہی کو فاسد کر دیتا ہے اسی لئے اللہ سبحانہ اپنے بندوں کو تعلیم فرماتا ہے کہ عمل صالح کیا ہے؟۔آیت کریمہ وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا (الکہف ۱۱۰) جو اپنے رب سے ملاقات چاہتا ہو اسے عمل صالح کرنا چاہئے اور کسی کو بھی عبادت کے وقت شریک نہیں ٹھہرانا چاہئے ۔یعنی عمل صالح کرو عمل ایسا کرو کہ عبادت الٰہی میں کوئی شرک نہ کرو پھر تعلیم دیتا ہے کہ وہ شرک کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ رَبُّہٗ اَحَدًا واحد رب یعنی تمہارا رب ایک ہے جب اسے یاد کرو تو اسی ایک کو یاد کرو ایک سے زیادہ کو یاد نہ کرو کیونکہ یگانہ کا ذکر دوئی یا دوگانہ کے ساتھ کرنا یہی تو شرک ہے ۔

دل یکی داری دوست یکی بس

گرھا دو کنی دوست نبود کس

☆یعنی تمہارا دل ایک ہے لہذا اس کیلئے ایک محبوب کافی ہے اگر دو کو محبوب بناؤ گے تو کوئی تیرا دوست نہ ہوگا۔

نہیں دیکھتے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معنی میں کیا فرماتے ہیں؟ فرماتے ہیں۔

اَلشِّرْكُ خَفِيٌّ مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا فِيْ اللَّيْلَةِ الظُّلْمَةِ	۔شرک رات کی تاریکی میں چیونٹی کے میدان میں چلنے سے زیادہ خفی ہے

ہے

ھشدار چگونہ می روی رہ

کانجا نہ عنان خرند نہ فتراک

☆یعنی خبردار!تم وہاں کیسے چلو گے جہاں سواری کا لگام ہے نہ کوئی اشارے کا پرچم؟۔

طالب حقیقی

مقصود یہ ہے کہ طالب وہ ہے جو غیر مطلوب سے منہ پھیر لیتا ہے اور چار دنیا و عقبیٰ کے کوشے

میں تین طلاق (طلاق بائنہ) باندھ دیتا ہے۔اگر اس کے کان میں ہزار بار یہ آواز پہنچ جائے کہ اے مردود! واپس جا! تب بھی وہ اللہ سبحانہ کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا ہے

دلا گر عاشق عشقی ز دون خود تبرا کن

چو مردان لاابالی شو بعشق اند ر تو لا کن

عجب کاریست آنحضرت اگرخواهی که دریابی

ز دنیا پای بیرون نه هم از عقبی تبرا کن

☆یعنی اے دل! اگر تم عاشق ہے تو اپنے وجود کو خیر باد کہو اور عشاقان مست کی مانند عشق سے لو لگا لو یہ بڑی عجیب درگاہ ہے اگر اسے پانا چاہتے ہو تو دنیا اور عقبی دونوں کو چھوڑ کر اسی کی جستجو میں لگ جاؤ۔

اب ہم پھر واپس آتے ہیں ہم جو کہتے ہیں کہ جب تک سالک دوزخ نفسانی کی گھاٹیوں کو عبور نہیں کرلیتا بہشت روحانی کی درجات تک نہیں پہنچ سکتا اور جب تک وہ بہشت روحانی کی درجات تک نہیں پہنچ جاتا دوزخ ظلمات کی پستیوں سے نجات نہیں پا سکتا اور جب تک بہشت جاودانی کے درجات تک نہیں پہنچتا اس کا نام مقام بندگی میں ثبت نہیں ہوتا اور

یَـاعِبَـادِیْ لَاخَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلاَ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (الزحرف ٦٨)۔	اے میرے بندو! آج تمہیں کچھ خوف ہے اور نہ ہی تمہیں کوئی غم۔

کے تحت اللہ سبحانہ سے خصوصی نسبت کی جانب راہ پائے گا۔جب دوزخ نفسانی کی گھاٹی سے پاؤں باہر رکھ لے گا تو بہشت روحانی میں پہنچ جائے گا دوزخ ظلمانی کے سات گڑھوں سے نجات پائے گا اور اسے بہشت جاودان کے آٹھ درجوں سے عبور کرائے گا۔

سیر سالک

ہم زمین بشریت اور آسمان روحانیت کے شرح میں جو کچھ کہہ چکے ہیں اور ان طبقات میں

سے ہر طبقہ کے ساتھ مخصوص برائی اور نیکی بیان کر دیئے ہیں اور ہر بدی کے مقابلے میں موجود ایک گھڑھے کی طرف جو درجہ رفیعہ تک رسائی میں رکاوٹ ہے، اشارہ کر دیتے ہیں پس طبقات زمین بشریت میں سے ہر طبقہ جو برائی سے پاک ہو جائے سالک سایر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گھڑھے سے نجات پالیتا ہے اور آسمان روحانیت کے طبقات میں سے ایک طبقہ تک عروج و ترقی کر جاتا ہے اور اطوار دل میں سے کسی ایک طور دل پر پہنچتا ہے۔ اطوار دل میں سے جس طور پر پہنچا اسے اچھے اور صالح نتیجہ عبور کرنے کا اشتیاق ہوتا ہے اللہ ہمیں اور تمام طالبین حق کو یہ سب مرزوق فرمائے (آمین) آدمی جس عمل صالحہ کو عبور کرتا ہے وہ بہشت روحانی کے درجات میں سے ایک درجہ پر ترقی کر جاتا ہے، اسے بہشت روحانی کے درجات میں سے جس درجہ کی ترقی ملتی ہے وہ بہشت جاویدانی کے درجات میں سے ایک درجہ ترقی کر جاتا ہے باقی کو اسی پر قیاس کریں جب سالک دوزخ نفسانی کے تمام سات گڑھوں سے قدم باہر رکھتا ہے تو وہ سات بہشت روحانی کے درجوں تک پہنچتا ہے جب وہ تمام سات بہشت روحانی کے درجوں کو عبور کرتا ہے سات درجہ ہائے بہشت جاویدانی سے ترقی کر جاتا ہے

سالک سایر اور مجذوب طایر

یہ سالک سایر کی روش ہے مجذوب طائیر کی نہیں اس لئے ہم اسے نہایت بشریت اور علو (بلند)روحانیت کہتے ہیں یہ مقام اگر چہ علو روحانی کے مقامات میں سے ہے لیکن ابھی تک اس کی حرارت وجود انسانی میں ہے ان دونوں مقامات کیلئے محل اور مکان ہے پس جب تک سالک مکان میں قدم رکھتا ہے محال ہے کہ وہ لامکان میں سیر کر سکے کیونکہ لامکان کا قدم کچھ اور ہوتا ہے اگر اسے وہ قدم نہیں دی گئی تو وہ اس مقام تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ پس جس طرح اس روحانی مقام پر قدم روحانی کے بغیر نہیں پہنچ سکتا اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں رسائی کیلئے قدم لامکان کی ضرورت ہے تا کہ اس قدم کے ذریعے مجذوب

طائیران معانی تک پہنچ سکے۔

مردان رهش زنده بجانی دگرند مرغان هوایش زآشیانی دگرند

منگر تو بدین دیده بدیشان کایشان بیرون ز دو کون از جهانی دگرند

☆یعنی مردان راہ حق کسی اور جان سے زندہ ہیں اس کی فضا کے پرندے کسی اور آشیانے سے تعلق رکھتے ہیں تم اپنی اسی آنکھ سے انہیں نہیں دیکھ سکتے کیونکہ یہ لوگ اس دو جہاں سے ماوراکسی اور جہاں سے تعلق رکھتے ہیں۔

شیخ ابوالحسن خرقانی اور روحانیت کی بلندی

اس بات کی دلیل کہ علو روحانیت کیلئے کوئی اور قدم ومکان ہوتا ہے، شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ کے کلمات سے معلوم ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

یک قدم از اسفل السافلین برگرفتم وبراعلای اعلیٰ علیین نهادم خداوند بدلم فروگفت که ابوالحسنا! بدین قدم که تراست کجا توانی رسید؟ من نیز روی فراحق کردم و گفتم الهٰی! دراز سفرا که مائیم و کوتاهای سفر که مائیم	میں نے اسفل سافلین سے ایک قدم اٹھایا اور علیین پر رکھ لیا اللہ سبحانہ نے میرے دل میں کہا ابوالحسن ! جو قدم تم رکھتے ہو اسکے ذریعے تم کہاں تک پہنچ سکو گے؟ میں نے عرض کیا کہ الٰہی ! سفر خواہ لمبی ہو خواہ کوتاہ ! یہ سب ہم ہی تو ہیں

ہے

ای راه ترا دراز نای این راه ترا نه سر نه پای

این راه دراز عاشقان را کوته نه کند مگر فنای

☆یعنی اے مالک تمہارا راستہ لمبا ہے تیرے راستے کا آغاز ہے نہ اختتام یہ عشاق کا دراز راستہ ہے

اسے صرف فنا کے ذریعے کم کیا جا سکتا ہے۔

ہاں اے عزیز! اس بات میں لاکھوں اسرار ہیں تم دیکھتے نہیں کہ شیخ یہ کہہ رہا ہے آپ خرقان کی سرزمین پر مقیم تھے کس پستی (اسفل سافلین) سے قدم اٹھایا؟ اور بلندی (اعلیٰ علیین) پر کیسے رکھا؟ لیکن اس کی طرف اشارہ ہے کہ جب نفس امارہ کی پستی سے نکل کر روحانیت کی بلندی پر آیا یا انہوں نے خود گمان کیا کہ وہ ایک جگہ پہنچ گئے ہیں حالانکہ کہیں نہیں گئے تھے۔ پس ان کے دل میں الہام ہوا تھا۔

سیر سالک کی خطرناک سرحد بشری

جب سالک کے باطن میں سیر وسلوک مکمل ہو جاتا ہے اور ہر چیز جس کا تعلق عمل سے ہو، اس سے الگ ہو جاتا ہے اس کے سامنے سے تمام حجابات اٹھ جاتے ہیں اور سالک کے باطن کو نور ذکر اپنی گرفت میں لے لیتا ہے ساتھ ہی اس کے اطوارا دل پر تجلیات روحانی کے پرتو پڑنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ سالک اس مقام پر گمان کرتا ہے کہ وہ معاملے کے کمال واختتام کو پہنچ چکا ہے۔

ہم اپنے خود ساختہ حسن ظن سے تیری پناہ مانگتے ہیں اس وقت اگر خواہشات کی جانب سے باد بدبختی چلے اور سالک کی دریائے ہستی کو موجزن کرے طالب مسکین کے مراد کو نہنگ قضا مار ڈالے یہاں تک کہ روح جو زمین جسم میں نوح کی مانند ہے، کشتی کنعان نفس کے بھنور میں پھنس جائے اور سالک اس مقام میں بھی اپنے وجود سے مغرور ہو جائے اور نعوذ باللہ مخالفت نفس ومجاہدات سے عنان نفس موڑ لے، تو جلد ہی روحانیت کی بلندی سے بشریت کی پستی میں پھر گر جائے گا اور اللہ سبحانہ کی درگاہ سے مردود و مترود ہو جائے گا۔ اس وقت وصال گل کے امیدوار بلبل کی مانند سالک کیلئے فراق کے کانٹے دامن گیر ہو جائیں گے سالک مسکین پھر جان لے گا کہ سر گریبان سعادت سے باہر نکالے گا قدم حسرت بساط غم پر رکھے گا آستین ندامت میں دست ملامت ملے گا اور ہر وقت چشم سر سے خون جگر بہائے گا دریائے چشم سے دریائے آبدار کنارے پر لائے گا اور یہ کہتے ہوئے زار زار روئے گا ؎

اول دل را راه غمت سهل نمود   گفتا برسم بمنزل وصل تو زود

گامي دو سه رفت راه را دريا ديد   چون پاي زپس كشيد موجش ربود

☆یعنی پہلے پہلے دل کو تیرے غم کی راہ آسان لگی اور کہنے لگا کہ جلد ہی منزل وصال تک پہنچ جاؤں گا ابھی دوتین قدم ہی چلے تھے کہ راستے کو سمندر پایا جب واپس پلٹا موجوں نے اسے گھیر کر بہالے گیا۔(یعنی بقول حافظ ۔

عشق آسان نمود اول ولي افتاد مشكلها)

<u>مرتد طریقت</u>

لیکن یہ وہ بات نہیں جسے مشائخ طریقت رضوان اللہ علیھم اجمعین نے کہا ہے یعنی

مرتد طريقت بعمل ثقلين بسر سر كار   مرتد طریقت عمل ثقلین بجالائے تب بھی وہ اس کام

باز نتواند رسيد   کے اسرار کی ابتدا میں دوبارہ نہیں پہنچ سکتا۔

لیکن اس بات کی بنیاد یہ ہے یعنی مرید کو جو فتوحات غیبی پہنچتی ہے وہ اسکے اپنے دل کے دروازے سے آتی ہے اس کے دل کو کسی ولی کی دل کے دروزے سے پہنچتی ہے ولی کو نبی کے دل کے دروازے سے اور نبی اللہ سبحانہ سے مستفید ہوتا ہے جب پیر و مرشد سے متعلق مرید کا عقیدہ فاسد ہو جاتا ہے تو وہ دروازے اس کیلئے بند ہو جاتے ہیں پس اگر وہ ثقلین کے برابر بھی نیک عمل بجالائے وہ فتوحات غیبی کی دولت سے محروم ہی رہ جائے گا اس معنی میں یہ مثال دی جاتی ہے کہ وجود انسانی پرندے کے انڈے کی مانند ہے جسے پرندے چند روز کیلئے بال و پر کے نیچے (رکھ کر سیتا اور) پرورش کرتا ہے اگر پرورش مکمل نہ ہو تو وہ (خراب ہو کر) انڈے کے مقام سے بھی گر جاتا ہے اور کبھی بھی پرندہ نہیں بن سکتا اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اصلاح کے ذریعے اسے دوبارہ کارآمد بنایا جائے۔

<u>مناجات سالک</u>

الٰہی !اس خلل اور لغزش سے سب کی حفاظت فرما اور اس بلاء کو ان بیچاروں کی جان پر مسلط نہ فرما کیونکہ تیرے دوستدار پسند کرتے ہیں کہ تجھ سے دوستی کریں اگر تو اپنوں کو دوست نہ رکھے روا ہے کہ تیرا حسن عین احسان ہے ؎

گر خستہ دلم بغم سپاری رسدت　　ور بر جانم بلا گماری رسدت

اینت نر سد کہ گوئیم دوست مدار　　لیکن اگرم دوست نداری رسدت

☆یعنی اگر میں خستہ دل ہوں پھر بھی مجھے غم کے حوالے کردے تو بھی تیرے لئے زیبا ہے یا میری جان پر بلا مسلط کرے تیرے لئے یہ بھی مناسب ہے میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ کہوں کہ مجھے مت چاہو ہاں اگر تو مجھے دوست نہ رکھے تو تیرے لئے یہ بھی موزوں ہے۔

الٰہی ! یہ تیری بلند درگاہ میں بطریق عجز پیش کیا جاتا ہے یہ بزرگی کی مہربانی سے اس ضعیف کو پہنچا ہے جسے تیرے حبیب نے تسلی دل کیلئے فرمایا ہے۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَائَہٗ　　جو اللہ سے ملاقات چاہے اللہ بھی اس سے ملاقات چاہتا ہے۔

صفات بشریت سے گزر جانے والوں اور انوار روحانیت میں رہ جانے والوں کے سوا کسی کو یہ رسوائی اور نقصان نہیں ہوتا یہاں جو مقام ہے، اگر ہزار سال پیچھے رہ جائے ریاضت ومجاہدت میں قدم اٹھاتا چلا جائے تو بھی حیرت واستعجاب اور حسرت وندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا پس طوطی مقال سالک منہ کے قید خانے میں یہ آواز نکالتا ہے ؎

آنجا کہ توئی بپا و سر نتوان رفت　　ور مرغ شوی ببال و پر نتوان رفت

از عقل برون آئی اگر جان داری　　کین راہ بعقل مختصر نتوان رفت

☆یعنی جہاں تو ہے وہاں سر یا پیر یا کسی اور وسیلے کے ذریعے نہیں جا سکتا اگر سراسر پرندے کا بال وپر

بن جائے تو بھی وہاں اڑ کر جا نہیں سکتا اگر جان ہے تو عقل کی قید سے باہر نکل آ کیونکہ یہ راستہ عقل کے ذریعے طے نہیں کیا جا سکتا۔

کیونکہ یہاں اپنی ہستی میں گامزن ہوتا ہے اور ہماری راہ نیستی اور فنا ہے

فنائے حقیقی

بیشک بندے کی ہستی ہستی حق کے سوا ہوتی ہے جو غیر حق ہے چنانچہ اس سے دوئی لازم آتی ہے اور دوئی کیلئے یگانگی حق میں راہ نہیں چنانچہ حضرت شیخ نجم الدین رازی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں ؎

عزجلال وصلت با بنده گفت نجما

من در درون نیابم تا تو برون نیائی

☆یعنی عزت وصال حق نے کہا کہ اے نجم الدین! جب تک تیری انانیت تیرے دل سے نکل کر باہر نہ جائے، میں اندر نہیں آؤں گا۔

لیکن میں اس سے مختلف کہوں گا جو کلام اللہ کے موافق ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک انوار ہستی کا مہمان بندہ کے دل میں اپنا پرتو نہیں ڈالتا بندہ اپنی ہستی کے چھلکے اور خول سے باہر نکل نہیں آتا کہ

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل ۸۳)	کہ دے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کیلئے مٹ جانا ہی ہے۔

میرا شیخ فرماتے ہیں ؎

همتم آن است که خاکی باشم اندر کوی تو

تابر آنجامی رود هرکس که آید سوی تو

گر خلاف این زمن چیزی ببینی عفو کن

زانکه من دیوانه گشتم تا بدیدم روی تو

☆یعنی میری ہمت یہ ہے کہ میں تیری گلی کی خاک بنوں تا کہ تیرے پاس آنے والوں کی گرد راہ بن کر تیرے پاس پہنچوں اس کے سوا مجھ سے کوئی خلاف پائے معاف فرما کیونکہ میں تیرے رخسار کا دیوانہ ہوں۔یعنی ممکن ہے کہ اس کے خلاف ہو جائے کہ

اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ   جنون بھی ایک طرح کا فن ہے

اسی طرح شبلی قدس اللہ سرہ کا حال تھا وہ خود کو کبھی آگ میں کبھی پانی میں ڈال دیتا تھا کبھی بلندی سے منہ کے بل نیچے لٹک جاتا اور کہتا تھا

چیست کہ من بندگی او را نمی شایم و طاعت من لایق حضرت او نمی افتد پس اولی تر آنکہ من زندہ نباشم	یہ کیا ہے میں اسکی بندگی کے قابل نہیں میری طاعت آنجناب کے لائق نہیں پس بہتر ہے کہ میں زندہ نہ رہوں

کبھی ان کے زبان سے یوں سنائی دیتا تھا

لَوْ کَانَ اَبُوْ یَزِیْدِ حَیًّا لَاَسْلَمَ عَلٰی یَدِ صُبْیَانِنَا	گر بایزید زندہ ہوتا تو وہ ہمارے بچوں کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوتا

وہ کیا تھا؟ اور یہ کیا ہے؟ وہ عین فنا و نیستی ہے اور یہ بحر بقا و ھستی۔پس جان لو کہ فنا و نیستی دو قسم کی ہے(۱)صفات کی نیستی (۲)ذات کی نیستی

صفات کی نیستی ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ کے حال جیسا ہے جو فرماتے ہیں

روزی چندین نوبت در آئینہ می نگرم نباید کہ از شومی من روی من سیاہ شدہ باشد	میں ہر روز کئی بار آئینہ دیکھتا ہوں کہ کہیں میری بدبختی سے میرا منہ سیاہ نہ ہو گیا ہو؟

یہ کیا ہے یعنی اللہ سبحانہ کی توصیف و بزرگی کے سامنے اپنے صفات کو عمدہ و پسندیدہ نہیں سمجھتا کیونکہ

لَا اُحۡصِیۡ ثَنَاءً عَلَیۡکَ اَنۡتَ کَمَا اَثۡنَیۡتَ عَلٰی نَفۡسِکَ	اے اللہ! میں تیری ثنا کا احصا نہیں کرسکتا تیری ثنا وہی ہے جنہیں تو نے خود بیان فرمایا ہے

شیخ احمد علیاں نسوی

شیخ احمد علیاں نسوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ

تا بندہ خدای نشود خدا را یاد نتواند کرد	جب تک بندہ فنا ہوکر بقایاللہ کے تحت خدا نہ بن جائے وہ کما حقہ خدا کا ذکر نہیں کرسکتا

یہ کلمہ کاملہ اگر چہ بظاہر دریچہ کفر سے باہر نکلتے دکھائی دیتا ہے لیکن اس میں اللہ سبحانہ کی عظمت جلالت کی شناخت ومعرفت ہی ہے یعنی جیسا کہ محال ہے کہ بندہ اللہ سبحانہ بن جائے اسی طرح اللہ سبحانہ کو، جیسا کہ یاد کرنے کا حق ہے، یاد کرنا بھی محال ہے یہ سب بندے کے اپنے صفات کے خاتمے سے عبارت (مشروط) ہے لیکن بندے کی اپنی ذات جیسا کہ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ

لَیۡسَ فِیۡ الۡوُجُوۡدِ غَیۡرُ اللّٰہِ اللہ سبحانہ کے سوا کسی کا کوئی وجود نہیں

اسی طرح ہمارے شیخ مجد الدین بغدادی قدس اللہ سرہ نے اسی معنی میں فرمایا ہے کہ

چندان شہود ہستی از غیر بتجلی پیدا آید کہ در گمان ہستی غیر افتد

کہ غیر اللہ کی اتنی ہستیاں شہود میں آتی ہیں جن کی وجہ سے غیر اللہ کی ہستی کے گمان میں پڑ جاتا ہے

یعنی خود میں ہستی حق کا مشاہدہ کرے گا اور گمان کرے گا کہ وہ اسی کی ہستی ہے اور وہ خود کسی غیر اللہ کی ہستی (وجود) ہے جس سے مراد ہستی حق ہے۔اسی طرح ایک دوسرے شیخ نے فرمایا ہے کہ

لَیۡسَ فِیۡ الۡجُبَّۃِ سِوَی اللّٰہِ میرے جبے میں اللہ سبحانہ کے سوا کوئی نہیں

یعنی ہستی حق اس کے اپنے وجود پر اس طرح حاوی ہے کہ اسے اپنا وجود نظر ہی نہیں آتا۔

اس قسم کی مثالیں بہت ہیں لیکن یہ ہمارا مقصود نہیں اور اس سے زیادہ بھی نہیں کیونکہ محبوب کی

گفتگو صحرا کی مانند نا پیدا کنار ہوتی ہے غریب عاشق کو جس طرف راستہ ملتا ہے، چلتا ہے یہاں تک کہ دیوار مقصود سے اپنا سر ٹکراتا ہے پھر وہ جان لیتا ہے کہ یہ اصل سوال و مقصود نہیں پھر الٹے پاؤں چلتا ہے اور جواب تک جا پہنچتا ہے مرحلوں، درجوں، گھاٹیوں کی تشریح جس طرح وقت تقاضا کرے، بیان کرتا ہے۔اب ہم یہاں تک آ گئے ہیں کہ

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ ذَهُوْقًا (بنی اسرائیل ۸۳)	کہئے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کیلئے مٹ جانا ہی ہے۔

اور وہ منازل طریقت میں سے منزل پنجم اور جنت کے درجات میں سے آٹھویں درجہ ہے پس سالک یہاں سکون و آسائش پاتا ہے اور خواطر مختلفہ میں سے ہر خاطر جو طریقت کے منافی ہوں، کلی طور پر اس سے زائل ہو جاتے ہیں اور ہر وہ خیال جو حق ہو، وہ اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے ۔

زحمت غوغا بشهر بیش نبینی

چون علم پادشاه بشهر در آید

☆یعنی جب بادشاہ اور اس کا جھنڈا شہر میں داخل ہوتا ہے تو وہاں خوب شور وغل اور دھوم دھام ہوتا ہے۔

فنائے حقیقی کا انعام

اس کے بعد جذبہ ربانی کے ذریعے وہ قدم لامکانی جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں، بر سر کار آتا ہے لیکن اس قدم کے حاصل ہونے سے پہلے اگرچہ نفس مقام مطمئنہ تک پہنچا ہوتا ہے تاہم پرکار کی مانند اس کا پاؤں اپنی ہستی میں پھنسا ہوا ہوتا ہے وہ جس قدر چلتا ہے اپنے دائرے سے باہر نہیں نکل پاتا۔پس اس وقت سالک صادق کے پُر درد سینے سے آہ سرد جوش کے ساتھ نکلتا ہے اس کا چہرہ زرد پڑتا ہے ۔

در کوئی تو معروفم و از روی تو محروم   گرگ دهن آلودۂ یوسف ندریده

بس در طلبت کوشش ابی فائده کردیم   چون طفل دوان درپی کنجشک پریده

میلت بچه ماند بخرا میدن طائوس   غمزت بنگه کردن آهوی رمیده

گر پای برون می نهم از خطۂ شیراز   ره نیست پیرامن من حلقه کشیده

☆یعنی میں تیری گلی میں بہت معروف ہوں لیکن بد قسمتی کی بنا پر تیرے دیدار سے محروم ہوں اور یوسف کو پھاڑ کھائے بغیر دہن آلود بھیڑئے کی مانند بدنام ہوں

☆ہم نے تیری طلب میں بہت سی بے سود کوششیں کیں جس طرح پرندہ اڑ جانے کے بعد بچہ اسے پکڑنے کی بے فائدہ کوشش کرتا ہے۔

☆طاؤس کی چال کے آگے تمہاری جنبش اور آہو بھاگ جانے کے بعد تمہارے نخرے کا کیا فائدہ؟

☆میں خطۂ شیراز سے پاؤں باہر کیسے نکالوں اور باہر کیونکر جاؤں جبکہ میرے اردگرد کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔

لیکن الطاف وعنایات ربانی کی نسیم جذبات سالک کے کانوں تک یہ ندا پہنچائے گا اور اسکی شہباز روح کو اِرْجِعِیْ واپس لوٹ آ! کی سیٹی کے ذریعے اپنی بارگاہ میں بلائے گا کہ

يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً	اے مطمئن نفس! خوشنود اور رضامند میری جانب واپس لوٹ آ

یعنی اے روح خوش و رضامند اپنے وجود سے باہر نکل آ اور ہماری درگاہ کی جانب رجوع کر کیونکہ میں تیرا پروردگار ہوں۔

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (الفجر ۲۹،۳۰)	پس میرے بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا

یعنی میرے بندوں کے زمرے میں آجا پھر میرے بہشت میں قدم رکھ اور میری بارگاہ میں ناز کے ساتھ پرواز کر۔ جب یہ ندا مرغ روح کے کان میں پہنچتی ہے تو شہباز کی مانند جلدی بارگاہ خداوندی میں روانہ ہوتی ہے ۔

ازشه چو صفیرا رجعی روح شنید

چون شهباز ی بدست شه باز شود

☆یعنی جب روح بادشاہ سے ''واپس آجا'' کی ندا سنتی ہے تو شہباز کی مانند برق رفتاری سے آکر بادشاہ کے ہاتھوں پر آبیٹھتی ہے

فنائے حقیقی ولایت کا آغاز

یہ عبارت ذات الٰہی کے صفات کی تجلی سے ہے یہیں سے ولایت کی ابتداء ہوتی ہے یہی طریق فی اللہ ہے حدیث کی سرجے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ۔مُــوْتُــوْا قَبْــلَ اَنْ تَمُوْتُوْا. موت اضطراری سے پہلے موت اختیاری سے مرجاؤ۔

یہاں سے معلوم اور محقق ہو جاتا ہے پس ہر وہ شخص جو اس حدیث کے اسرار سے وابستگی رکھنا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ پہلے صحیح معنوں میں بساط شریعت پر گامزن ہو جائے اور ارباب طریقت کے دامن کو ہاتھ سے مضبوط تھام لے تاکہ اس بات کے اسرار تک پہنچ سکے بحر حقیقت کی گہرائی میں رموز و اشارات کے ذریعے اس گوہر کو دیکھ سکے کیونکہ اس سوال کی مشکلات سرسری جواب سے حل نہیں ہوسکتا ۔

اشکال طریقت نشود حل بسوال نه نیز بدر باختن نعمت و مال

تاجان نکنی خون نخوری پنجاه سال از قال ترا ره ننمایند بحال

☆یعنی اشکال طریقت سوالات کرنے اور مال ومنال لٹانے سے حل نہیں ہوتے جب تک ۵۰ سال تک جانکاہی اور سخت محنت نہ کرے قال سے حال کی طرف راستہ نہیں کھولتے ۔

غیرت عزت الٰہی کے حجابات بھی جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے اس مقام پر ہیں اس مقام تک پہنچنے سے پہلے بندہ طالب حق ہوتا ہے اور وہ مطلوب بندہ۔ اس کے بعد پرتو انوار الٰہی کے عکس کی طفیل یہ برعکس یعنی اللہ سبحانہ طالب بندہ اور بندہ اس کا مطلوب ہو جاتا ہے شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ اس معنی میں فرماتے ہیں کہ

راہ بحق دواست یکی از بندہ بحق ویکی از حق ببندہ اما آن راہ کہ از بندہ بحق است جملہ ضلالت بر ضلالت است و آن راہ کہ از حق ببندہ است جملہ ھدایت بر ھدایت است	حق تعالیٰ کی طرف دو راستے ہیں ایک بندے سے حق کی جانب دوسرا حق سے بندے کی جانب۔ وہ راہ جو بندے سے حق کی جانب ہو سراسر گمراہی ہے اور وہ راہ جو حق سے بندے کی طرف ہو سراسر ہدایت وراہنمائی ہے

آفرین اے بندہ خاکی تجھے پاکی حق کے ساتھ کیا کام؟ کہ

مَالِلتُّرَابِ وَ رَبُّ الْاَرْبَابِ　　مٹی کا پتلا کہاں اور پالنہاروں کا پالنہار کہاں؟ ؎

فرازِ کنگرہ کبریاش مرغانند

فرشتہ صید و پیمبر شکارو سبحان گیر

☆یعنی کبریائی بلندی سے بھی اوپر ایسے پرندے موجود ہیں جو فرشتوں کو قیدی بناتے، پیغمبروں کو شکار کرتے اور اللہ کو جا پکڑتے ہیں۔

مراتب اولیاء کی بنا اسمائے حسنیٰ

وہ مراتب جن کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا ہے ان میں سے تین یہیں ہے مرتبہ اول مرتبہ عام اولیاء، مرتبہ دوم مرتبہ خاص اولیاء اور مرتبہ سوم خاص الخاص اولیاء۔ ان مراتب کی بنیاد اللہ سبحانہ کے ننانوے صفاتی اسماء پر ہے اللہ سبحانہ نے اپنے پاکیزہ صفات کا قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ پس ذات

الٰہی کے تینتیس صفات جن سے وہ آراستہ ہو جاتے ہیں، ان مراتب میں سے ایک مرتبہ ان کیلئے درست آتا ہے ہاں! یہاں ایک ادب کونظر انداز کیا جاتا ہے اس سلسلے میں مجھے معذور رکھیں۔ یہ اس لئے کہ علمائے سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض نے ان صفات کو صفات فعل کہا ہے اور ہم نے صرف لفظ صفات ذات کے تحت یاد کیئے ہیں یہ نعوذ باللہ! اس لئے نہیں کہ ان کے ارشادات کا انکار کروں یا میرے عقائد ان کے بیانات کے خلاف ہیں بلکہ یہ اس بناء پر ہے کہ جس طرح اللہ سبحانہ کی ذات ازلی ہے اسی طرح اس کے صفات بھی ازلی ہیں پس اگر یہ صفات اس کی ذات کیلئے ازلی نہ ہوں ازل میں اس کے صفات میں نقص لازم آئے گا اور وہ صفات کمال سے متصف ہے اور صفات نقص سے پاک ومنزہ ہے اس عذر کی بناء پر اگر مجھے معذور رکھیں تو کرم ہوگا۔

اب ہم پھر وہاں واپس جاتے ہیں کہ جب سالک ان تمام صفات سے متصف ہو جاتا ہے تو وہ ابتدائے نبوت اور کمال نہایت ولایت کو پہنچ جاتا ہے جو خاص الخاص کا مقام ہے ؎

عرش است نشیمن تو شرمت ناید

کای مقیم خطۂ خاک شوی

☆یعنی تیرا نشیمن عرش ہے تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم وہاں سے نیچے اتر آیا اور خطۂ خاک پر مقیم ہوگیا۔

اولیاء میں سے کسی کو بھی اس مقام سے آگے عبور حاصل نہیں اور

نِهَايَةُ الْاَوْلِيَاءِ بِدَايَةُ الْاَنْبِيَاءِ اولیاء کا آخر مقام انبیاء کا ابتدائی مقام ہے۔

اسی مقام سے عبارت ہے۔

اولیاء وانبیاء کا آغاز واختتام

ایک عجیب بات یہ ہے کہ جب میں ولایت جوین میں ایک بستی جو نشکرد کہلاتی تھی، مقیم تھا۔ درویشوں کی ایک جماعت وہاں حاضر تھی سب میں بحث چل گئی اچانک درمیان میں یہ بات آئی کہ

نِهَايَةُ الْاَوْلِيَاءِ بِدَايَةُ الْاَنْبِيَاءِ   اولیاء کا آخر مقام انبیاء کا ابتدائی مقام ہے۔

ایک عزیز نے حضرت شیخ سعد الدین حموی قدس اللہ سرہ سے روایت کیا کہ آپ اس جملے کو برعکس کہتے ہیں یعنی بِدَايَةُ الْاَوْلِيَاءِ نِهَايَةُ الْاَنْبِيَاءِ اولیاء کا ابتدائی مقام انبیاء کا آخری مقام ہے (یا بالفاظ دیگر اولیاء کی ابتدا انبیاء کی انتہا ہے۔)

کیونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ میرے کانوں میں یہ بات آئی دوسروں کی بات اور اس میں اختلاف تھا میں نے اس کے بارے میں حتمی فیصلہ نہ دیا بلکہ اس بات کے ظاہر کا دل سے انکار کیا میں عرصہ تک اس کے بارے میں غور وفکر کرتا رہا ناگاہ اللہ سبحانہ نے میرے دل پر یہ کشف کر دیا پھر جان لیا کہ ان دونوں میں کوئی مخالفت وتصادم نہیں ہے کیونکہ دوسروں کی بات سلوک طریقت میں ہے جبکہ شیخ حموی کی بات سلوک شریعت میں یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت نبوت کے کمال میں تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدہ ۵)	آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتوں کو تم پر مکمل کر دیا۔

پس یہ نعمت شریعت محمدی تھی جو کمال نبوت میں اختتام کو پہنچی تھی اس سے کمال شریعت نہایت نبوت میں آیا اور تمام شریعت کا لینا ابتدائے ولایت میں ہوتا ہے لہذا یہ بات درست ہے کہ

بِدَايَةُ الْاَوْلِيَاءِ نِهَايَةُ الْاَنْبِيَاءِ اولیاء کا ابتدائی مقام انبیاء کا آخری مقام ہے

کیونکہ نبی آخر میں جو کچھ چھوڑ جاتا ہے اسی کو ولی لیتا ہے۔ لیکن وہ بات کہ

نِهَايَةُ الْاَوْلِيَاءِ بِدَايَةُ الْاَنْبِيَاءِ   اولیاء کا آخر مقام انبیاء کا ابتدائی مقام ہے

سلوک طریقت ہے کہ کسی کو بھی مجال نہیں کہ اپنا قدم انبیاء سے آگے بڑھائیں بلکہ ان میں سے جو چاہتا ہے کہ آگے بڑھ جائے ان کی روح جبریل کی مانند فریاد کرتی ہیں۔

لَوْدَنَوْتُ اَنْمِلَةً لَاحْتَرَقْتُ   اگر بال برابر آگے بڑھوں تو جل جاؤں۔

اسرار ننانوے اسمائے حسنیٰ

اس میں کیا اسرار ہے کہ ان ۹۹ اسمائے حسنیٰ کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود جمع کیا اسے مکمل ۱۰۰ نہ بنایا؟ بظاہر یوں لگتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت حدیث میں آتی ہے کہ

اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَةً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا لَا یَحْفِظُھَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَھُوَ وِتْرٌ وَیُحِبُّ الْوِتْرَ	اللہ سبحانہ کے ۹۹ نام ہیں ۱۰۰ سے ایک کم ہے، کوئی شخص انہیں یاد کرے وہ جنت میں جائے گا۔ اللہ ایک (طاق) ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔

متکلم رسول اللہ کا خاص وصف

لیکن مجھ پر جو کشف کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ سو میں سے جو ایک رہ گیا ہے نبی کیلئے ابتدائی نصیبہ ہے اور وہ متکلم ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کے آٹھ ذاتی صفات ان ننانوے اسماء میں شامل ہیں مگر قدیم، متکلم، مرید داخل نہیں۔ کیونکہ اللہ سبحانہ کو اس صفت تکلم سے نبی کے سوا کوئی نہیں پہچانتے۔ دلیل یہ ہے کہ اس صفت کی تجلی نبوت کے ابتداء میں پڑتی ہے وہ یوں کہ جبریلؑ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ

اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ (اعلیٰ ۱)   اپنے رب کے نام سے پڑھیئے۔

شک نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ جو آپ سے کلام فرما رہے ہیں کیسے کلام فرمایا؟ آپ کے سوا کسی جن وانس کو اس معرفت میں کوئی دخل نہیں۔ اگرچہ اولیاء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ''اللہ سبحانہ نے اس طرح فرمایا'' اور ''ہم نے اللہ سبحانہ سے اس طرح فرماتے سنا'' لیکن یہ سب الہام کی مانند ہیں جو ان کے دلوں میں اتر آتے ہیں الہام اور تکلم (کلام کرنا) میں بہت فرق ہے واللہ اعلم

مقام دوم مقام انبیاء ہے علیھم الصلوۃ والتحیۃ۔ ان مراتب شش گانہ میں سے جن کا ذکر اوپر

گزر چکا، تین یہاں پر آتا ہے اسے ہم فردوس اعلی کہتے ہیں۔

مرتبہ اول مرتبہ عام انبیاء، مرتبہ دوم مرتبہ خاص انبیاء اور مرتبہ سوم مرتبہ خاص الخاص انبیاء ہے ان کے مراتب کی بنیاد بھی ۹۰۲ صفات ذات الٰہی پر ہے پس ان میں سے ہر ایک بھی صفات ذات الٰہی میں سے ۳۰۰ صفات سے موصوف ہوتے ہیں۔ ان کے مراتب میں سے ایک مرتبہ کے لائق بن جاتا ہے۔ جب یہ ان تمام صفات سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، موصوف بن جائیں تب مرتبہ نبوت کے کمال ونہایت کو پہنچ جائیں گے انسان کامل جو ہم کہتے ہیں، سے یہی عبارت ہے نیز اللہ سبحانہ انہیں تین مراتب کے ساتھ یاد فرماتا ہے چنانچہ ایک جماعت کو نبی کے ساتھ یاد فرماتا ہے ایک دوسری جماعت کو رسول کے ساتھ اور تیسری جماعت کو اولوالعزم کے ساتھ یاد فرماتا ہے۔

مرید رسول اللہ کا خاص وصف

دو صفات دیگر یہ ہیں کہ جو ان تین میں سے باقی رہ گئے، ان میں سے ایک مرتبہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور وہ مرید ہے یہ کسی فرشتے یا انسان میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہے اور اس وقت میں جو آپ کو اللہ سبحانہ کے ساتھ استغراق کی صورت میں ہے، کسی کو دخل نہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ

لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسْعَنِيْ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ	میرا اللہ سبحانہ کے ساتھ ایک خاص وقت ہے جس میں کسی ملک مقرب یا نبی مرسل کیلئے بھی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

قدیم رسول اللہ کا خاص وصف

ایک دوسری صفت یہ ہے کہ ایک اور صفت سے آپ کے سوا کوئی اللہ سبحانہ کو نہیں جانتے۔ اور یہ صفت قدیم ہے مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کے قدم کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا اور اس کا کمال و جلال نہیں پا سکتا۔ تیرے عز وجلال کی صفت کا کیا کہنا کہ کل مخلوقات میں سے کسی کو بھی تیرے صفات

وذات کا عرفان حاصل نہیں کیا۔

سُبْحَانَکَ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ تو پاک ہے ہم نے تجھے کما حقہٗ نہیں پہچانا۔

اور کوئی بھی تیری حقیقت عبادت تک نہ پہنچا کہ

سُبْحَانَکَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ تو پاک ہے ہم نے تجھے کی حقہٗ نہیں پوجا۔

یہ حجابات ظلمانی کی شرح تھی جو بندے کو حق تعالٰی کی راہ میں حائل ہوتے ہیں واللہ اعلم بالصواب

اللہ سبحانہ کیلئے تمام حمد کے بعد اس کی توفیق کے ساتھ یہ کہ جان لے کہ اس سوال کا جواب بڑی زحمت کے بعد روئے حال سے ورق قال (گفتگو) پر نقش ہو جاتا ہے کیونکہ معنی لطیف ہے اس لئے یہ ضعیف کسوت قالب کے ذریعے اسے عبارت میں لے آتا ہے لیکن ہر کس و ناکس کو یہ حکایت سمجھ میں نہیں آئے گی نیز ہر کس و ناکس اس پر یقین نہیں کرے گا ۔

عاشقا! بشنو فزونی از چو من کم کاستی

راستی بتوان شنود آخرهم از ناراستی

☆یعنی اے عاشق! تم اس سے بڑھ کر ہو جو میں تجھے بتاتا ہوں تم سچائی کو سن سکتے ہو خواہ ناگواری کے ساتھ ہی۔

مگر بحار معانی کے تیراک جو بارہا بحر حقیقت میں غواصی کر چکے ہیں اور بحر معانی کی تہہ سے ان معدنی جواہر کو باہر نکال لا کر صحرائے وجود میں رکھ دیے ہیں لیکن جوان معانی سے بےخبر ہوں جب وہ دیکھیں تو مجرد عبارت کو دیکھتے ہیں بولتے ہیں تو محض آسان و سہل کو بولتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسا کہ کہا ہے ۔

جنگ سخت آسان نماید بردل نظارگی

☆یعنی تماشائی کے دل و دماغ پر شدید جنگ بھی آسان و ہلکی دکھائی دیتی ہے۔

لیکن یہ مشکل اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال کا جواب یہاں بغداد سے وہاں خراسان تک ارباب فقر میں سے ایک معروف ومشہور شخص طلب کرتے تھے۔اور کسی سے اس کا صحیح جواب نہیں آتا تھا اس وقت معلوم ہو جاتے کہ کسی اور زبان سے اس زبان میں پہنچا ہے۔ ے

مارا جز ازین زفان دگراست　　　جز دوزخ و فردوس مکانی دگراست

قلاشي و مفلسي است سرمایۂ ما　　　قرائي و زاهدی جهانی دگراست

☆یعنی ہماری اس زبان کے علاوہ کوئی ایک دوسری زبان بھی ہے جنت ودوزخ کے سوا ہمارا کوئی اور بھی مقام ہے۔

☆ہمارا سرمایہ مفلسی اور قلاشی ہے زہد کا دعویٰ اور ہے حقیقی زہد کا جہان اور ہے۔

ارباب طریقت کی کمیابی

خود بینی اور خود فریبی سے نہیں بلکہ اس سے خود بخود ظاہر بھی ہوتا ہے کہ یہ معنی ارباب طریقت کی مکشوفات کے سوا کچھ نہیں ہے آج کل ارباب طریقت نایاب ہو چکے ہیں اگر اطراف عالم میں کہیں کوئی مل جائے وہ بھی زمانے کی بےقدری کا شکار ہیں۔ ے

افسوس وہزار بار افسوس　　　افسوس ہزار افسوس

کہ اس چمن کے پرندوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیئے ہیں جنہوں نے بدعت پرستوں کے ظلمت کی کدورتوں سے اپنے سروں کو نقاب غیرت میں چھپا رکھے ہیں ۔اس حال پر فریاد! ے

خبر ما برسانید بمرغان چمن

که هم آواز شمادر قفصي افتاداست

☆یعنی اے بادصبا! چمن کے پرندوں تک یہ خبر پہنچا دو کہ تمہارا ایک ساتھی قید میں بند پڑا ہے۔

لیکن یہ خود ظاہر ہے کہ ان کی خواہش بھی یہی ہے۔

ارشادِ مجد الدین بغدادی

جی ہاں! یہ وہ بات ہے کہ ہمارے شیخ اور ہمارے سلطان شیخ مجد الدین بغدادی قدس اللہ سرہ

، میں جن کے قدموں کی گرد بن جاؤں ، فرماتے ہیں ۔

زود باشد که این طائفه چون کبریت احمر شوند که در اطراف و اکناف عالم نایاب باشنلو نیز اگر در اقالیمی از ایشان یکی یافت شود بنزدیک ایشان از خاک ناملتفت تر باشد	جلد ہی یہ طائفہ اکسیر کی مانند نایاب ہو جائیں گے اور اطراف و اکناف عالم میں کہیں نہیں ملیں گے اگر کہیں کوئی مل بھی جائے وہ لوگوں کی نظر میں خاک سے بھی زیادہ نا قابل التفات ہوں گے

ہاں اے میرے عزیز! ایسے زمانے پر رونا چاہئے کہ لوگوں کی زندگی ایسی ہو! افسوس کہ! وہ مشائخ جو مریدوں کے کاموں کے سامنے سپر رکھ لیتے تھے، اب اسے انہوں نے اٹھا لئے ہیں ۔ نیز اگر مریدوں میں سے کوئی ان کی سنت وموافقت سے کبھی معمولی کنارہ کشی اختیار کریں تو اسے ہزار منکر خیال کرتے ہیں لیکن اگر کوئی بدعتی خواہ ماضی خواہ حال میں، بدعت پر چلایا چلے اس کے ہزاروں مرید اور دوستدار بن جاتے ہیں ۔

بیداد روزگار جدا کردمان از دوست

فریاد ازین زمانه و از جورِ روزگار

☆یعنی زمانے کی گردش نے ہمیں دوستوں سے جدا کردیا زمانے اور اس کے ظلم وستم سے ہم فریاد کرتے ہیں

بدعت اور اس کی پذیرائی

جی ہاں! کیونکہ بدعت کو طبیعت (نفس) کے ساتھ خاص میلان ہوتا ہے اس لئے وہ

اَلْجِنْسِيَّةُ عِلَّةُ الضَّمِّ   ہم جنس ہونا دوچیزوں کو باہم ملانے کا باعث ہے۔

کے تحت نفس کے بانہوں میں بازوئے موافقت ڈال دیتا ہے اور مخالفت سنت کیلئے چل پڑتا ہے (بدعت کی تباہ کاری سے متعلق) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ''ایک دن جارہا تھا ایک واعظ کی مجلس میں پہنچا ایک شخص منبر پر چڑھ کر وعظ کررہا تھا اس کے بدعت کی تین باتیں میں نے سنی اور وہ میرے دل میں بیٹھ گئیں میں نے بڑی کوشش کی یہاں تک کہ دو باتوں کو دل سے باہر نکال دیا ایک میرے ساتھ رہ گئی ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ میرے ساتھ قبر تک نہ جائے''

آخری زمانہ سے متعلق ارشاد نبوی

اے برادران دینی اور اے دوستان حقیقی ! کسی سے بھی دل سے دوستی کی امید مت رکھیں کیونکہ آج کل وہ دن اور وہ زمانہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''جلد میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مشرق سے مغرب تک میری امت کے کسی دو دوستوں میں موافقت نوادر میں سے ہوجائے گی اگر ان میں ایک ایسا ظاہر ہو تو وہ بنی اسرائیل کے پیغمبروں میں سے کوئی ایک (جیسا) ہوگا''۔

دوستوں سے درخواست

اس کے بعد میری طاقت ختم ہوگئی ہے دوستان مجازی کی ایک جماعت جو ظاہراً اس ضعیف رنجور (زخمی) سے منسلک اور باطناً مجھ مہجور سے ہزار فرسنگ بھاگتے ہیں، ان سے ایک شکایت کرنا چاہتا ہوں ان لایعنی باتوں کے دعویداروں سے فریاد جو تقلید کے طور پر اہل معرفت کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ تقلید کے طور پر محبت اس طائفہ کیلئے شقاوت کے دروازے کی کنجی ہے۔ آخر تمہیں کیا ہوگیا ہے شروع میں اس طرح آنا کہ کوئی قابل قبول ہنر ساتھ نہیں؟ آخر میں پلٹ جانا کہ غیر تحقیق شدہ عیب کی تصدیق کردی؟ اور غیبت کے دوران غیبت و بدگوئی میں مشغول؟ اگرچہ محبوب کا

انکار سخت تر ہے لیکن خوان معرفت پر اس خوان کے فائدے نزدیک تر ہیں کیونکہ

اَجْرُکَ عَلٰی قَدْرِ تَعَبِکَ   سختی کے مطابق اجرت ملا کرتی ہے۔

ہاں! کہتے ہیں کہ درخت معرفت کو منکرین کی چشمہ انکار سے پانی ملتا ہے ؎

بل تا بدرند پو ستینم همه پاک

از بهر توای یارِ عیارِ چالاک

☆یعنی اے میرے پیارے اور ہوشیار محبوب! تیرے واسطے وہ میرے سارے بھید کھول کر رکھ دیتے ہیں۔

خلوت نشینی کی درخواست

میری محبین اور دوستوں کی جماعت کیلئے وصیت ہے جو حسن عقیدت اور موافقت سنت

وَظَنُّوْا بِالْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا   مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھا کریں۔

کے تحت میرے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں، بالخصوص وہ جماعت جو میری متابعت اور مجھ سے ارادت کی دعویدار ہے اپنے ہاتھوں سے دامن مراد و مقصود تھامے ہوتے ہیں رضائے معبود کی طرف مائل ہیں اور اپنے سروں کو اپنے خواہشات کی گریبانوں سے باہر نکال لیتے ہیں رضائے الٰہی کی راہ میں قدم رکھ چکے ہیں، فرائض کی ادائیگی اور علم فریضہ کے حصول کے سوا کسی بھی دوسرے نیک عمل کو خلوت و انزوا (تنہائی و عزلت) پر ترجیح نہیں دیتے کیونکہ ہمارے مقتدیٰ (حضرت شیخ احمد ذاکر جوزجانی اور شیخ علی لالاغزنوی) سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کا یہی طریقہ رہا ہے اور انہوں نے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے کیونکہ اعمال صالحہ کا مجموعہ خلوت نشینی ہے اس کے شرائط پر سنت نبوی وارد اور قرآن کریم اس پر ناطق ہے۔

خلوت کیا ہے؟

خلوت کیا ہے؟ غیبت نہ کرنا، بغیر ذکر لب نہ ہلانا، لوگوں کو اذیت پہنچانے سے خود کو باز رکھنا، دن کو روزے رکھنا، رات کو پہلو زمین سے نہ لگانا، خود کو قبرستان کی مزار (خلوت خانے) کے حوالے کرنا، قضائے الٰہی پر خوش رہنا، بلاضرورت کچھ نہ بولنا، نماز با جماعت ادا کرنا، جماعت کے انتظار میں بیٹھے رہنا، ہمیشہ باوضو رہنا، شہوات کو ترک کرنا، صبر جمیل اختیار کرنا، بھوک بڑھانا، نفس اور شیطان کے ساتھ مقابلہ کرنا، اہل حق کی صحبت میں بیٹھنا، خدا کے ساتھ دل کو سیدھا کرنا، اخلاق مذموم کو مٹا دینا، نفس کی بیچارگی جاننا، اپنے گناہوں پر رونا، غرور کو ترک کرنا، اللہ سبحانہ پر توکل کرنا، خود کو اس آیت

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات ۵٦)	میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے

، کے ساتھ مخصوص کرنا اور نفس کو اس آیت کریمہ

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوْا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النسا ۱۰۳)	جب تم نماز مکمل کر چکو تو اللہ کا کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے اور پہلو ذکر کیا کرو

، کے مطابق کاربند رکھنا۔

اس (کے اصول وقواعد) کا شمار طویل ہے لیکن وہ بڑھیا جس کا بیٹا مر گیا ہو، کیلئے حاجت نہیں کہ دوسرے سے پوچھے کہ میں کس طرح رووں بلکہ بیٹے کی درد مصیبت جتنی ہو اتنی اسے رلائے گی اسی طرح درد طلب طالب مسکین کو بے اختیار کنج خلوت میں لے جائے گا تا کہ وہ مخلوق سے الگ تھلگ رہ کر اپنے درد میں گم رہے دل کو طلب مطلوب کے درد کے حوالے کرے اور کہے ؎

دل بغم تسلیم کردم خود شدم نظارگی　　باز غم سر آید اویا خون شود یکبارگی

گویدم ہربی خبر کز عشق اوپرہیز کن　　جنگ سخت آسان نماید بر دل نظارگی

☆یعنی میں نے دل کو غم کے سپرد کر دیا اور خود تماشا کرنے لگا تا کہ وہ غم سے سیراب ہو یا خود ہی خون

ہو جائے۔

☆میں نے کہا کہ اس کی عشق سے بے خبر لوگ اس سے ابھی الگ ہو جائیں کیونکہ سخت جنگ بھی تماشائیوں کے دل میں آسان معلوم ہوتا ہے۔

حقیقت خلوت

جی الجملہ جاننا چاہئے کہ خلوت میں بیٹھنا راہ طریقت پر چلتا ہے، شریعت کو مکمل اختیار کرنا ہے، یہ معدن معرفت ہے، سرمایہ محبت ہے، حق کی قربت ہے، اللہ کا کرم ہے، کمی طاعت پر ندامت ہے معصیت پر شرمندگی ہے، برائی کا ترک کرنا ہے، سنت کی متابعت ہے، مشائخ طریقت سے موافقت ہے اور ہوائے ہویت میں سیمرغ سر کی پرواز ہے، مزید یہ کہ خلوت اپنی ہستی کا خاتمہ ہے، اتصال حق ہے آتش شقاوت کو بجھانا ہے چشمہ سعادت کے پانی سے سیراب ہونا ہے مہلکات سے سلامتی میں جانا ہے اور سلامتی میں ملامت ہوتی ہے۔

شریعت پر مبنی خلوت

آہ! کہ خلوت میں عاشق کے ساتھ معشوق کی عشق بازی اور عاشق نوازی ہوتی ہے، جب عاشق کو نوازا جاتا ہے تو اس میں ناز ہی ناز ہے عاشق نیاز ہے نہیں! نہیں! عاشق کے ساتھ حسن ظن معشوق کا احسان ہے جب وہ حسن میں آتا ہے جگر کو جلا دیتا ہے اور جب احسان کرتا ہے تو دل کھل جاتا ہے القصہ! خلوت وہ بحر طاعت ہے کہ سینۂ مرد کے صدف میں گوہر ہائے حقیقت اس سمندر کے سوا کہیں ظاہر نہیں ہوتا۔لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ خلوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسلسل اور علم شریعت کے ساتھ مقید ہو جس کی ضرورت ہے۔

خدمت خلق یا خلوت؟ شیخ اشنہی کا ارشاد

شیخ محمود اشنہی قدس اللہ سرہ سے آیا ہے کہ اپنے مریدین میں سے ایک مرید جو شیخ محمد گھرزنی

کہتے تھے اور ولایت باز رسے تعلق رکھتے تھے، جب انہیں ولایت باز ربھیجا تو وصیت کی کہ "جب تم وہاں پہنچو تو میں تم سے خلوت نشینی اور ذکر میں مشغول کے سوا کچھ نہیں چاہتا" شیخ محمد نے عرض کیا کہ اے شیخ! اگر کبھی کسی مسلمان بھائی کی مدد کروں تا کہ وہ مجھ سے آرام پائے اجازت ہے؟ جب ان کی یہ بات شیخ اشمی کی کانوں میں پڑی تو سر جھکایا کچھ دیر بعد سر اٹھایا اور فرمایا

عجب دارم از حال کسی که مار افعی زهر در وی می دمد و او می خواهد که خار ازپای دیگری بیرون کند	مجھے اس شخص پر تعجب ہے کہ جسے اژدھا زہریلا ڈنک مارتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دوسرے کے پاؤں سے کانٹا نکالے

ہاں میرے عزیز! خلق کی منفعت بزرگ طاعات میں سے ہے لیکن یہ راہ حق میں بال کے برابر بھی نہیں ہے الا یہ کی عنایت الٰہی کبھی مدد فرمائے اور یہ کام ہو جائے تو آدمی سراپا منفعت بن جاتا ہے۔ جو کچھ کرے عین طاعت و اخلاص ہوتا ہے۔ورنہ یہ سب برباد اور تمام طاعات دکھاوے کی چیز ہے کیونکہ مقصود معبود ہے۔

سخن آن به که بامقدار باشد   که در بسیار بد بسیار باشد

سخن کم گوی تابر کار گیرند   که بر بسیار بد بسیار گیرند

☆یعنی بہترین بات یہ ہے کہ بات کم ہو کیونکہ زیادہ باتوں میں زیادہ برائی ہوتی ہے☆بات کم کرے اور وہ بھی کام میں آنے والی ہو کیونکہ بے کار باتوں میں زیادہ گرفت ہوتی ہے۔

فریاد! مشتاقوں کی جگر تیرے آتش اشتیاق میں کباب ہو گئے عشاق کی جانیں درد افتراق سے خون بن گئیں۔آہ! کہ ہم خزان کے پت جڑھ سے بہار کی استواری کو پہنچ گئے ہمارے محبوب کی وصال کے پھول ہماری نہروں کے کناروں پر کھل نہ سکے۔چمن بے عیب کے پودوں نے باغوں میں غیب کی گھات سے اپنے اپنے سر باہر نکال لئے اور ایک بار پھر دلِ مسکین کے پیروں میں خار فراق

چھجوادیا کیونکہ وہ روح کے ہم شہری ہیں غیبی شہروں سے دنیا کے کدورتوں اور ظلمتوں کی گردش تک پہنچے ہیں اور ہمارے محبوب سے ہمیں پیغام وسلام کی فتوحات ان سے کم نہیں پہنچا ہے

سبزہ برآمد از چمن شبہِ لبِ نگارِ من رشکِ گلاب درفگن ساقیٔ گل عذارِ من

موسم گل در آمدہ ماہ ختن برآمدہ	عیش فراء درآمدہ بستہ چراست کارمن
روی خوشی سمن برم غمزہٗ تیز دلبرم	خوی بتِ ستمگرم بوی وصالِ یارِ من
جانِ مرا فگار کرد جسم مرا نزار کرد	زار بکشت و خوار کرد تاشکند خمارِ من

جان شہاب شد غمین آتش می بیار همین

تا چویم شدم قرین تازہ شود عیار من

☆یعنی چمن میں میرے محبوب کے لبوں کی مانند سرخ سرخ پودے اور پھول نکل آئے اے حسین ساقی! کوئی کلی میری جانب بھی پھینک دو۔

☆موسم گل آ پہنچا ختن کا چاند (محبوب) نکل آیا عیش کا وقت تو آ گیا مگر پھر بھی میرا معاملہ کھلتا کیوں نہیں؟۔

☆میرے محبوب کا چہرہ، میرے دلبر کی آبرو، میرے دوست کی عادات اور میرے یار کی خوشبو نے میری جان کو زخمی اور جسم کو کمزور کر کے مجھے رسوا کیا تا کہ میرا خمار محبت اتر جائے۔

☆شہاب کی جان غمگین ہوگئی ہے اسے وہیں آتش مے لا کر دیں تا کہ میں سراپا شراب بن کر اپنی قیمت بڑھاؤں۔

سیر وسلوک

الٰہی! یہ کیا سر ہے کہ جو تیری بادشاہت کے اسرار میں پنہاں ہے؟ تیرے مشتاقان جلال شراب وصال کے انتظار میں اپنے جگر کو پیٹتے ہیں تا کہ تیری معرفت کے چشمہ آب حیات پر پہنچ جائیں؟

اور تیرے جمال باکمال سے ذوق محبت چکھیں جو بھی پہنچا اس نے اس کے ذریعے چکھا اس غدار و مردار عجیب و غریب دنیا سے جمال جلال کے حریم میں اپنا قدم رکھ لیا نقصان اور مکار نفس اقدام ارادت کے نیچے سرنگون ہوا۔ ہوائے ہویت میں ایسی جگہ پہنچ گئے کہ شیطان لعین نے اس کے ولایت کی ہیبت سے ناامیدی کا لباس پہن لیا۔

اے میرے عزیز! جب تک آدمی خود سے سیر نہیں ہوتا اس سے یہ کام مکمل نہیں ہوتا ۔

سیر آمده ز خویشتن می باید بر خاسته زجان و تن می باید

برهر گامی هزار بند افزون است زین گرم روی بند شکن می باید

☆یعنی سیر و سلوک اپنے آپ سے کرنا چاہئے اور اپنے جسم و جان کے خول سے نکل آنا چاہئے۔ ہر ہر قدم پر ہزاروں رکاوٹیں ہیں انہیں ہٹانے کیلئے تیزی اور شدت کی سخت ضرورت ہے۔

اللہ اور بندے کا سیر

کیونکہ عشق ہی ہے جو عاشق کو معشوق تک پہنچاتا ہے پس طالب میں اللہ سبحانہ کی طلب کا ہونا عشق کی دلیل ہے اور اللہ سبحانہ کا عاشق غیرت الٰہی کے ذریعے ابتلائے بلا کے معرکے میں گھر جاتا ہے کہ

وَمَنْ اَحَبَّنِیْ اِبْتَلَیْتُہٗ جس سے میں محبت کرتا ہوں اسے ابتلا میں ڈالتا ہوں۔

یعنی جو مجھے دوست رکھتا ہے وہ میرے ابتلاء میں مبتلا ہو جاتا ہے یہ اس بات کی سر ہے جو کہا گیا ہے۔

اللہ ہم سے زیادہ غیرتمند

پس جس قدر طالب عشق طلب معشوق میں زیادہ سے زیادہ قدم آگے بڑھاتا ہے، جمال دلربا کے آفتاب کا عکس عاشق کی دل کے اندر زیادہ پرتو ڈالتا ہے اسی سبب سے طالب عاشق معشوق کے جانفزا چہرے کے جمال کا زیادہ مشاہدہ کرتا ہے اور اللہ سبحانہ کا عشق اس میں زیادہ ہو جاتا ہے یہاں تک

کہ اس عشق کی بدولت عاشق کی ذاتی ہستی معشوق میں فانی ہو جاتا ہے اور جس قدر عاشق اپنی خودی کے خول سے باہر نکل جاتا ہے معشوق اس سے اسی قدر نزدیک ہوتا جاتا ہے کہ

مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرْعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرْعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ بَاعًا اَهْرَوَلْ اِلَيْهِ	جو میری جانب ایک بالشت بڑھے میں اس کی جانب ایک ہاتھ بڑھتا ہوں جو مجھ سے ایک ہاتھ نزدیک ہو جائے میں اس سے ایک باع نزدیک ہوتا ہوں جو مجھ سے ایک باع نزدیک ہو تو میں اس طرف دوڑتا ہوں

میں ہی بیان ہو سکتا ہے۔ پس جس طرح طالب اس مقام پر پہنچے کہ قبائے اهرول (دوڑ لگانے کی قبا) اس کے جسم پر درست آئے گی۔ اس کے بعد طالب جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، مطلوب اور عاشق معشوق بن جاتا ہے۔ پس وہ غیرت الٰہی جس کی طرف اشارہ ہو چکا، وہاں جا پہنچتی ہے کہ کہا ہے۔

مَنْ اَحَبَّنِيْ قَتَلْتُهُ وَمَنْ قَتَلْتُهُ فَعَلَيَّ دِيَتُهُ وَمَنْ عَلَيَّ دِيَتُهُ فَاَنَا دِيَتُه	میں جس سے محبت کرتا ہوں اسے قتل کرتا ہوں اور جسے میں قتل کر اس کی دیت ہوتی ہے جس کی دیت مجھ پر ہے پس میں اس کی دیت

یعنی جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرا کشتۂ محبت بن جاتا ہے اور جو میرا کشتۂ محبت بن جائے اس کی دیت مجھ پر ہوتی ہے اور جس کی مجھ پر دیت ہوتی ہے میں خود اس کا دیت ہوتا ہوں ے

گر بر سر کوی عشق من کشته شوی

شکرانه بده که خون بهای تو منم

☆یعنی اگر میرے عشق کی گلی میں مارا جائے تو شکر کرو کیونکہ تیرا خون بہا میں خود ہوں۔

<u>مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات</u>

الٰہی ! اسکے بعد ہماری طاقت جواب دے گئی فراق برداشت کرنے کی طاقت نہ رہی، اے سننے اور دیکھنے والا! تیری سماعت و بصارت کا واسطہ قیامت کی رسوائی سے اپنے فضل وعنایت کی پناہ میں

لے لیں ۔ظاہر ہے کہ بندۂ مسکین بہت سے لوگوں کے ساتھ محبت کی لاف زنی کرتا رہتا ہے فرمان الٰہی اور ارشادات محمدی کی موافقت میں محض تیری رضا کی خاطر دشمن نفس و ہوا کے خلاف جنگ کرتا ہے ابھی راہ دین میں اس کی تابعداری محکم نہیں ہوا ہے، اسکی فریاد کو پہنچ اور اس کی دستگیری فرما! ؎

بس کز غم تو گزافهامی زده ام   درعشق تو پر مصا فها می زده ام

زینها ر مرا خجل مکن کز تو بتا ! بادشمن و دوست لافها می زده ام

☆یعنی میں تیرے غم کے بہت سے دعوے کر چکا ہوں اور تیرے عشق میں خوب عشق بازی کر چکا ہوں۔

☆ اے محبوب مجھے رسوانہ کر دشمن اور دوست دونوں کے ساتھ خوب لاف زنی کرتا رہا ہوں۔

بلکہ قلندری شکل اور بد معاشی کی عادات اس کافر (نفس) کے چہرے سے ظاہر ہیں ؎

ای کافر گبر نا مسلمانی تا کی   در کفر بباد داده ایمان تا کی؟

تزویر بگو به پیش خلقان تا چند   زنار بزیرِ خرقه پنهان تا کی؟

☆یعنی اے کافر و بے دین نفس! تیری نا مسلمانی کب تک جاری رہے گا؟ اور کفر میں ایمان کی بربادی کب تک ہوتی رہے گی؟

☆مجھے جواب دو لوگوں کے آگے پھندے کب تک ڈالتے رہو گے اور خرقہ کے نیچے زناز کب تک باندھتے رہو گے؟

فریاد! یہ گمراہ نفس کافر ابھی تک بے وفائی اور پیمان شکنی کے ذریعوں کو دیکھ رہا ہے، اس کی حفاظت فرما!! اور حفاظت فرما! ؎

فریاد ازان نا مهربان افغان ازان پیمان شکن

کاندر بلای عاشقی می نشنود فریاد من

☆یعنی فریاد! اس نامہربان اور پیمان شکن نفس سے فریاد! جو ابتلای عشق میں میری فریادوں کو بالکل نہیں سنتا۔

الٰہی! تیرے کمال باد شاہت کے کمال اور تیری جلال کبریائی کی سطوت کا واسطہ! درد عشق کے دردمندوں کی فریادرسی فرما! اور آتش محبت کے دل جلوں کو شراب خانہ رحمت سے شربت پلا! پھر تیرے جمال زیبا سے جو قباب غیرت کے نیچے پنہاں ہے، پردہ اٹھا! وگرنہ جلد ہی روی معشوق کی درد فراق میں عشاق کی فریاد عیوق آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائے گی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے شوروغل ظاہر ہوں کہ اس نوا کو چنگ اورنے کی آواز بنادیں اور تیرے اشتیاق میں مستانہ وار راہ عراق پکڑیں اور کہیں کہ

زیبا یارا ز تو است فریاد مرا   زیرا که غمت بباد برداد مرا

کشتی تو مرا در غم و یارم نشدی   این کار نگر که با تو افتاد مرا

☆یعنی میرا حسین محبوب! تجھ سے فریاد ہے کیونکہ تم نے میرے غم کو برباد کردیا۔

اپنی محبت سے پہلے مجھے مار ڈالا مگر میری مدد نہیں کی اب دیکھو میرا کیا حال ہوگیا ہے؟

اے لطیف! میں ایک ضعیف بندہ ہوں نہیں جانتا کہ کیا کہوں؟ بہتر یہ جانتا ہوں کہ مجھے بروز قیامت اس جسم کے قید سے بلا ملامت سلامتی کے ساتھ رسوائیوں سے نجات عطا فرمائے کہ

اَلْمَوْتُ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ وَمَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُه	موت مومن کیلئے تحفہ ہے اور جسے موت آئے تحقیق اس پر قیامت گزرگئی۔

گر شب عمرم مرا تاختن آرد اجل

روز قیامت زنم خیمه به پهلوی دوست

☆یعنی اگر اجل میرے شب عمر پر حملہ آور ہوا تو کوئی بات نہیں میں قیامت کے دن اپنے محبوب کے پاس ہی اپنا خیمہ نصب کروں گا۔

اے کریم! اے رحیم! تیرے کرم اور رحم کا صدقہ! ہمیں اس تاریکی وظلمت سے سرائے روحانی جو اصل وطن ہے، واپس بھیج دے! کہ

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ وطن کی محبت ایمان میں سے ہے۔

خوش تر ازین در جهان دگر چه بود کار

دوست به دوست رفت یار به یار

☆یعنی اس جہاں میں اس سے زیادہ خوش تر کام کیا ہے کہ دوست دوست کے ساتھ اور محبوب محبوب کے ساتھ ہو۔

اے قدیم! تیری قدامت کا واسطہ، اے جلیل! اے عظیم! تیری جلالت وعظمت کا صدقہ! مخالفت نفس جو جہاد اکبر ہے، میں تیری توفیق کو ہمارا رفیق بنا دے کیونکہ اس کے خلاف جہاد میں ہمارے ہاتھ کوتاہ ہیں ہے

جهدم که بود که گر نباشد توفیق

نابینار اعصا و ابریق رفیق

☆یعنی اگر توفیق نہ ہوتو میری کوشش سے کیا ہوسکتا ہے؟ نابینا کیلئے عصا اور ابریق سہارا ہوتا ہے میرے لئے توفیق ایزدی ہی سہارا ہے۔

تا کہ میں ایک ہاتھ میں شریعت کے سپر کو پکڑوں اور دوسرے میں شمشیر طریقت اٹھاؤں پھرا سپ (گھوڑا) ہدایت کو میدان شجاعت میں دوڑاؤں اور محاربہ

ہم چھوٹے جہاد سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں	رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ

کیطرف رخ کروں۔ نفس غدار اور شیطان مکار کے خواہشات کے سروں کو تن سے جدا کروں، مردہ گان نفس وہوا کے زمرے میں داخل ہوجاؤں اور اشارہ

مُوْتُوْ اقَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا موت اضطراری سے پہلے اختیاری موت مرجاؤ۔

کے تحت جب فراق ووحشت سے نجات پاؤں اور اللہ سبحانہ سے اتصال کے لئے دوبارہ پہنچ جاؤں کہ

اَلْمَوْتُ جُسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ موت ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملاتا ہے

اُقْتُلُوْنِی یَا ثِقَاتِیْ اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتِیْ

وَمَمَاتِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَحَیَاتِیْ فِیْ مَمَاتِیْ

☆یعنی اے محبوب مجھے مار ڈال کیونکہ میرے قتل میں ہی میری زندگی ہے

ای دوست بمرگ خود بسی خر سندم صد تحفه دهم اگر کنون بکشندم

چون بکشندم جدا جدا ب نهندم بوی تو بمن رسد بهم پیوندم

☆یعنی اے محبوب! میں اپنی موت پر بہت خوش ہوں اگر تم مجھے ابھی قتل کرے تو میں تمہیں انعام دوں گا اگر مجھے قتل کرے اور میرے بند بند جدا کرے تو بھی تیری خوشبو پا کر میں پھر مل لوں گا

واللہ اعلم بالصواب

خاتمہ

یہ چند کلمات اس ضعیف کی سرشکستگی سے رقم ہوئے ہیں امید یہ ہے کہ دوستان حقیقی اور برادران دینی کے جماعت کی نظر جب ان کلمات پر پڑے گی اس جگر خستہ اور دل شکستہ کو دعاؤں کے ساتھ یاد

فرمائیں گے اور اگر کوئی عیب انہیں دکھائی دیں کسی بھی طریقے سے جو بہتر ہو ،نظر انداز کرینگے اس رسالے کا ''کاشف الاسرار'' نام رکھا ہے بنابریں اگر کوئی ان کلمات کا کما حقہ مطالعہ کرے ہتو انشاء اللہ اسے ایسے کشف حاصل ہوں گے جو کئی سالوں کے مجاہدہ وریاضت سے حاصل نہیں ہو سکتے ۔وصلی اللہ علی محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ۔

پیر ۲۴ جون ۲۰۰۳ء غلام حسن حسو خسیر گرونگ

کمپوزر غلام حسین ہنڈ یلی چلو بالا